

اسsemblی رپورٹ (مباحثات)

پندرہواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 8 اگست 2019ء بروز بده بہ طبق 6 ذوالحجہ 1440 ہجری۔

صفہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
11	دعاۓ مغفرت۔	2
23	وقفہ سوالات۔	3
54	توجہ دلاؤ نوٹس۔	4
65	رخصت کی درخواستیں۔	5
66	تحریک التوانہر 2 مجاہب: جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن صوبائی اسمبلی۔	6
67	قرارداد نمبر 46 مجاہب: میرزاد علی ریکی، رکن صوبائی اسمبلی۔	7
71	قرارداد نمبر 55 مجاہب: جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن صوبائی اسمبلی۔	8
73	قرارداد نمبر 63 مجاہب: ملک نصیر احمد شاہوی، رکن صوبائی اسمبلی۔	9
79	جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب اور جناب قادر علی نائل صاحب کی جانب سے کلپ شدہ تحریک التوانہر 2 اور 4 پر بحث۔	10

ایوان کے عہدیدار

اپسکر-----میر عبدالقدوس بزنجو
 ڈپٹی اپسکر-----سردار بابرخان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سکرٹری اسمبلی-----جناب صدر حسین
 ایڈیشنل سکرٹری (قانون سازی)-----جناب عبدالرحمن
 چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہواني

ملحق

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 8 اگست 2019ء بروز بده بطبق 6 ذوالحجہ 1440ھجری، بوقت شام 05:00 بجے زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

وَلَا تُكُنْ مِنْكُمُ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَا نَعِنَ الْمُنْكَرِ طَ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَأَخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتِ ط
لَا
وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾

﴿پارہ نمبر ۱۰۵ سورۃ آل عمران آیات نمبر ۱۰۳ اور ۱۰۶﴾

ترجمہ: اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہنچ اپنی مراد کو۔ اور مت ہوان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ۔

☆☆☆

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! جیسے کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آج 8 اگست کا دن ہے، 8 اگست 2018ء کو کوئٹہ کے سول ہسپتال میں ایک المناک، دردناک، وحشت اور بربریت پر منی ایک خودکش حملہ ہوا۔ اُس خودکش حملے میں کم و بیش ساٹھ کے قریب ہمارے بہت ہی سینٹر وکلاء اور صحافی لوگ اُسمیں شہید ہوئے وہ دن یقیناً جب صحیح سویرے بلال احمد کا سی ایڈو وکیٹ نکلے تھے اپنے گھر سے، ان کی target-killing کی گئی۔ اور یہ پورا ایک منصوبہ بنایا گیا تھا۔ اُس سے پہلے لاءِ کامل کے پرنسپل یہ سڑامان اللہ اچکزئی بڑے قبل، مشہور وکیل تھے، وہ بھی گھر سے نکلے، اُس دن شاید یہ پورا واقعہ نہیں ہوسکا۔ پھر اگلے دن بلال احمد کا سی جب نکلے ان کی target-killing ہوئی۔ جب وکلاء جمع ہو گئے سول ہسپتال میں تو وہاں ان پر خودکش حملہ ہوا۔ جس میں ہمارے یہ بہت بڑی ہستی تھے، پوری ہماری ایک برادری ہم سے چلی گئی۔ تو آج 8 اگست کا دن ہے، پورے صوبے میں اس کیلئے مختلف پارٹیوں اور دیگر تنظیموں کے ساتھ ساتھ وکلاء تنظیموں نے تعریتی ریفرنس بھی کیے۔ اور جلسے بھی ہو رہے ہیں۔ تو یقیناً اس ہاؤس سے بھی ایک اچھا پیغام جانا چاہیے تمام ہاؤس کی جانب سے کہ ہم ان شہداء کو خراج عقیدت پیش کریں، اُن کی قربانیوں کو ہم یاد کریں اور ان کے ایشال ثواب کیلئے اگر فاتحہ خوانی کی جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔

نجیم زمرک خان اچکزئی (وزیر رفاقت و کوارٹر ٹیوز): یہ جو 8 اگست کا واقعہ ہوا تھا، تو میں خود بھی وہاں گیا تھا، اور اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے جو اس طرح کے واقعات ہوئے، مذمت کرتا ہوں، اور خاص کر میں نے پہلے بھی کہا تھا، بہت سے واقعات ہوئے ہیں، اس میں پولیس کے نوجوان شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ جو 8 اگست کا واقعہ ہے، جس میں ہمارے cream اور وہ وکلاء جنہوں نے ملک کیلئے، وطن کیلئے اور خاص کر اپنے خاندانوں کیلئے جو ایک ذریعہ معاش تھے لیکن وہ ایسے تھے جہاں انہوں نے ایک محنت کی، بیس چھپیں سالوں کے بعد اس level پر آئے تھے کہ انہوں نے اس ملک کو سنبھالا۔ بلکہ انکی جو اتحاد و اتفاق تھا، اس وکلاء کی کہ ان کی مثال پاکستان میں بہت کم ملتی ہے۔ جہاں بھی وہ جمہوریت کی بات ہوتی ہے، جہاں ملک میں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں، جس سے خطرہ ہو، تو اُسمیں وکلاء برادری کا ایک اہم role ہوتا ہے اور اس وقت جیسے ٹارگٹ بھی ہوا، مختلف مواقع پر ان لوگوں کو شہید بھی کیا گیا جیلوں میں بھی ڈالے گئے۔ جو شہید ہوئے ان میں باز محمد صاحب اور داؤ د صاحب تھے اور میں کس کس کا نام لوں، مختلف ہمارے جو وکلاء تھے پورا چیز برا اُس میں شہید ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ تو ایسا تھا کہ ہم سوچ رہے تھے کہ ہم اپنے کیسز کہاں سے کر لیں؟ کیونکہ ہمارے ساٹھ، پینٹھ وکلاء وہ گئے جن میں نوجوان بھی تھے، جن میں تجربہ کار بھی تھے اور جن میں ایسے بھی تھے جو پاکستان سپریم کورٹ تک پہنچ گئے تھے، وہ

سارے ایک ہی جگہ پر ان کو شہید کیا گیا۔ حقیقت میں اس طرح کی دنیا میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں جہاں اس طرح کا واقعہ نہیں ہوا ہے۔ تو اس لئے میں بھی اپنی طرف سے اپنی پارٹی کی طرف سے ان کو عقیدت سے سرخ سلام پیش کرتا ہوں اور یہی گزارش کے ساتھ کہ ہم سب اسمبلی کی طرف سے ایک دعا بھی کر لیں۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ۔ جی قادر علی صاحب۔

جناب قادر علی نائل: جناب اپیکر! میں اپنی طرف سے، اپنی جماعت کی طرف سے شہدائے 8 اگست کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ یقیناً جس طرح بتایا گیا کہ ہم گزشتہ دو دہائیوں سے مسلسل ڈشکر دی کی لپیٹ میں ہیں۔ خصوصاً ہزارہ قوم، یہ جو پرسوں کا واقعہ ہوا ہے، 6 اگست کا واقعہ، جس میں ایک دکاندار کو شہید کیا گیا ہے۔ آج شہدائے 8 اگست کے ساتھ ساتھ اُس غریب دکاندار کیلئے بھی دعا کی جائے۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ۔ جی ملک نصیر احمد شاہوی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوی: میرے خیال میں بلوچستان کی تاریخ میں یہ سب سے المناک واقعہ تھا۔ ویسے تو بلوچستان میں اس قسم کے بہت سارے ایسے واقعات ملتے رہتے ہیں، خاص کر درینگوڑھ میں اس سے زیادہ شاہید وہ ملک کی تاریخ میں میں کہتا ہوں کہ دنیا کی تاریخ میں ایک خودکش دھماکے میں سب سے زیادہ شہید ہونے والے افراد اس واقعہ میں تھے لیکن وہ واقعہ جس کے اندر وکلاء جو بلوچستان کی تاریخ میں جنہوں نے میں، پچیس سالوں سے اپنی زندگیاں صرف کی تھیں۔ اور وہ ایک بلوچستان کے وکلاء کے ساتھ ساتھ وہ ملکی وکلاء کے ان صاف میں شامل تھے خاص کر جب چیف جسٹس آف پاکستان کو ہٹایا گیا تو اُس وقت بھی بلوچستان کے جو وکلاء کا کردار تھا، وہ صاف اُول میں شامل تھا اور اس دھماکے کے اندر ان بہت سارے وکلاء جو بلوچستان کے شہداء کے میں شہید ہوئے۔ میرے خیال میں ساٹھ سے زیادہ شہداء اس وجہ سے بھی اپنی زندگیاں ہار گئے کیونکہ ہمارے ہسپتا لوں میں خاص جو ہماری سول ہسپتال ہے، اُس وقت میرے خیال میں یہ رامسنر نہیں تھا اُس کے بعد بناء جب اتنے زیادہ شہداء، میرے خیال میں تین تین، چار چار گھنٹے وہ اسٹریپجرز پر پڑے رہے۔ اُن کے خون ضائع ہوتے گئے۔ اور وہ اپنے خاندانوں کے سامنے، اپنے والدین کے سامنے زندگیاں ہارتے گے۔ تو آج اس المناک واقعہ پر میں بھی اپنی پارٹی کی طرف سے ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور اسمبلی میں اُن کیلئے فاتح خوانی کی سفارش کرتا ہوں، ہمہ بانی۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ ملک نصیر صاحب۔ جی ملک سکندر صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈوکیٹ (قادہ حزب اختلاف): شکریہ جناب اپیکر! بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حَمْدٌ وَّ نُصُّلٰی علیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ 8 اگست کا جو المناک واقعہ ہے، اس سے آگے اور اس سے پچھے بھی اگر دیکھا جائے تو بلوچستان

میں کئی مقامات پر لوگ شہید ہوئے ہیں، بڑی تعداد میں، ان کی بڑی تفصیل ہے، ان کو اگر بیان کیا جائے تو اسمبلی کی کارروائی آگے نہیں چل سکتے گی۔ جہاں تک 8 اگست کا تعلق ہے، اس میں تقریباً ساٹھ وکلاع شہید ہوئے اور وہ ایسے مایہ ناز وکلاء تھے جو deserve کرتے تھے ہائی کورٹ کا نجح بننے کا۔ جو deserve کرتے تھے اثاری جز ل بننے کا۔ جو ایڈوکیٹ جز ل، پر اسکیوڑ جز ل بننے کا، یعنی کہ جتنے key-posts ہیں عدل و انصاف سے متعلق، ان سب پر یہ تعینات اور مقرر ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ جناب اپیکر! یہ ایک دن میں یہ وکلاء نہیں بنے تھے۔ ہر ایک کو چالیس سال سے زائد کا عرصہ محنت، شب و روز کی کاوشوں کے نتیجے میں انہوں نے ایک نام پیدا کیا۔ لیکن all of sudden اُنکو معاشرے سے مکسر خارج کیا گیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تین سال قبل 8 اگست کو یہ واقعہ ہوا تھا۔ اور اس میں یہ مایہ ناز وکلاء شہید ہوئے تھے۔ وہی feature ہوا، وہی نظرارہ ہے جو صورتحال ہے وہ میرے ذہن میں اس طرح ہے جس طرح ابھی یہ واقعہ ہوا ہے جناب اپیکر! ان کے لوح قین کا کیا صورتحال ہوا، ان کے والدین کی کیا صورتحال، ان کے بچوں کی کیا صورتحال، یہ انتہائی اندوہناک واقعہ ہوا ہے۔ اور میں تو بذات خود اس لئے یعنی گواہ ہوں کہ میں خود اس میں موجود تھا۔ یعنی واقعے کے فوراً بعد میں پہنچا سی ایم ایچ ہسپتال جہاں یہ لائے گئے۔ میرا پناہیٹا بھی اس میں تھا۔ اُس کو اللہ نے بچایا۔ یہ انہی 8 ساتھیوں کیستھ جو بلال کا سی کیلئے پروگرام بنارہے تھے کہ جو بلال کو شہید کیا گیا۔ اب اس کیلئے کیا طریقہ کار کیا جائے جو بلال شہید کیستھ اتنا بڑا ظلم ہوا ہے۔ اس کا کیا مدد ادا کیا جائے۔ تو اس دوران یہ ان کی سفافا کا نہ جو منصوبہ ہے وہ کامیاب ہوا۔ ہم نے اُس وقت بھی یہ مطالبہ کیا اور آج بھی ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں ویسے تو unfortunately پاکستان اور بلوجستان میں جو کچھ ہوتا ہے، اُس کا پتہ پھر نہیں چلتا ہے کہ یہ کس نے کیا ہے۔ اور نہ کوئی culprit گرفتاری ہوتی ہے، نہ کوئی ایسی صورت ہوتی ہے۔ اس وقت بھی ہم نے مطالبہ کیا کہ اس اندوہناک واقعے میں ملوث افراد، ان کے سہولت کار، ان کے اعانت کار، ان کے منصوبہ سازوں کو، ان کو بنے نقاب کیا جائے۔ اور اس کے بارے میں جو انکو اسی اور پورس کیلئے کمیٹیاں بنی ہیں یا جو دارے بننے ہیں، وہ پورس میدان پر لا یا جانا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اتنا بڑا ظلم نے کس نے کیا ہے۔ لیکن unfortunately آج تک نہ تو کوئی رپورٹ آئی ہے۔ نہ ہی اس واقعہ میں کوئی گرفتاری ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کسی کو سزا ملی ہے۔ وکلاء کی طرف سے ڈیماڈزر کھے گئے ہیں۔ ان کے لوح قین کیلئے وہ بھی اب تک اسی طرح تشنہ ہیں اور ایک دوسرا مطالبہ جو میں کروں گا کہ یہ قوم کے ہیرود تھے کہ چار، پانچ پشتم قانون کے میدان میں بلوجستان پیچھے رہ گیا۔ اگر اس کو ہم اس اسمبلی میں یا کسی سیاسی جماعت کی طرف سے یا وکلاء فورم میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ ان کیلئے، ان کی یادوں کو منانے کیلئے اور اس اندوہناک واقعہ کو ہر سال لوگوں

کے ذہن میں ڈالنے کیلئے، قومی سطح پر ان کا دن منانا چاہیے۔ تاکہ دنیا کو یہ پتہ چلے، آنے والی نسل کو یہ پتہ چلے کہ ایسا وقت تھا کہ بلوچستان میں اتنے بڑے پائے کے وکلاء کو یکدم سے معاشرے سے نکلا گیا۔ تو یہ ہم پہلے بھی مطالبات کرتے رہے ہیں۔ تو اس لئے میری گزارش ہے کہ یہ جو میں نے دو تین گز ارشادات کی ہیں، ان پر بھی عمل کیا جائے۔ اور ان کیلئے فاتح خوانی بھی کی جائے۔ اللہ انہیں جوار حمت میں جگہ دے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔ آغا جان! تھوڑا مختصر کریں۔

امجید سید محمدفضل آغا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! ازیرے صاحب نے جس طرف آپ کی توجہ دلائی ہے، یہ بلوچستان کی تاریخ میں ایک بہت ہی بڑا الیہ اور سانحہ ہے۔ اور اس پر جتنا بھی بولا جائے کم ہے۔ اور اس کا احساس ان لوگوں کو سب سے زیادہ ہے جن کے گھر سے جنازے نکلے ہیں۔ میرا اپنا پوتا، ماں، باپ کا ایک ہی بیٹا تھا، جس کی تین سال پہلی شادی ہوئی تھی۔ وہ اُسمیں شہید ہوا۔ ایک دوسرا نوجوان بھتیجا جسے پالا پوسا، پڑھایا، وہ بھی اس میں شہید ہوا۔ تو یہ درد پورے بلوچستان کو ہے۔ پورے ملک کو ہے۔ لیکن ان گھرانوں کو جن کے گھروں سے جنازے نکلے ہیں، ان کو سب سے زیادہ ہے۔ اور یہ بہت ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ لیکن اجتماعی طور پر دیکھیں تو یہ پورے ملک میں ہم اس مصیبت سے پریشان ہیں اور دوچار ہیں۔ اگر آپ آرمی پیک اسکول کے بچوں کو لے لیں یا جو ہماری پولیس لائن پر جو دھماکے ہوئے تھے، رات کو، جن کو ٹریننگ کے لئے بلائے گئے تھے غریب لوگ آئے تھے، ان کو لے لیں یا جو ہمارے ہاں یہ جو غریب لیر آتی ہے سندھ، پنجاب سے، ان کو اُتار، اُتار کے قتل کیا جاتا ہے ان کو لے لیں یا ہمارے ہزارہ بھائی جوزیارتوں کے لئے جاتے ہیں، گاڑیاں روک روک کے ان کو اُتار، اُتار کے مارا جاتا ہے ان کو لے لیں مستونگ کے قریب کڈھ کوچ میں بس سے بیس پٹھانوں کو اٹھا کے، شناختی کارڈز چیک کر کے ان کو ذبح کر کے ان کو لے لیں یا آئئے دن کے دھماکے ابھی recently جو کوئی میں ہوئے، اور الائی میں ہوئے، ژوب میں ہوئے، کل پرسوں ہمارے پیشیں میں ایک اسپکٹر کو قتل کیا گیا، ایک لیویز والے کو ذبح کیا گیا، میزان چوک دکان میں گھس گئے، ابھی جھوہ ہمارے ہزارہ بھائی تھے، وہ شہید ہوئے۔ تو یہ پورے پاکستان میں ایک فساد ہے۔ اور اسکے لئے ہم سب کو مل کر کے سوچنا پڑیگا۔ اس قول کو اجتماعی ایک سوچ اپنانی پڑیگی۔ ہم یہاں بیٹھ کے ایک دوسرے پر ازام تراشی کرتے ہیں۔ اس بات سے بے خبر ہو کے کہ ہمارا ڈمن ملک سے باہر بیٹھا ہوا ہے۔ جس کے ایجنت ملک کے اندر ہیں۔ وہ باہر سے اپنے ایجنسیوں کو اپنے ذریعے متحرک کرتا ہے۔ اور یہاں انہوں نے ہمیں دست و گریبان کیا ہوا ہے۔ تو اس طرح اس طرح کی اجتماعی سوچ اپنانی پڑیگی۔ یہ وقت آگیا ہے کہ ہم ایک قوم کی طرح behave کریں ہم صوبائیت سے، لسانیت سے، مذہبی فرقوں سے باہر نکلیں ایک پاکستانی اور مسلمان کی حیثیت سے اس

دہشتگردی کے ساتھ، اس فساد کے ساتھ یکجا ہو کر کے لڑیں۔ میں تو اس فورم سے گزارش کروں گا اگر ساتھی ساتھ دینگے، خاص کرسول ہسپتال کے سانحے کے بعد ایک کمیشن بنائی گئی تھی، قاضی عیسیٰ کے سربراہی میں۔ میری گزارش ہوگی اس اسمبلی کے support سے کہ ایک resolution اتفاق رائے سے لایا جائے تحریک کرو وہ جو قاضی عیسیٰ کی رپورٹ ہے، اس کو سامنے لایا جائے۔ اس لئے آئے دن یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کمیٹیاں نہیں ہیں۔ ان کی رپورٹس نہیں آتی۔ تو میری یہ گزارش ہے اگر ہمارے ساتھی ساتھ دیں تو اس رپورٹ کو سامنے لا کیں کیونکہ ہم سے جو گئے ہیں وہ تو واپس نہیں آ سکتے لیکن جتنی بھی ہم کوشش کریں وہ کر سکتے ہیں، بہتری کے لئے کچھ کر سکتے ہیں، وہ کرنے کی کوشش کریں۔ میری اور پوری ہاؤس کی دعا کیں ان تمام شہداء کے ساتھ ہیں جو لوگ پاکستان کے اور خصوصاً 8 اگست کے شہداء سے۔ اور آپ سے بھی یہ گزارش ہے کہ دعا کرائی جائے اور یہ بھی question کریں، اگر کم از کم اس اسمبلی سے وہ ایک ریکوئیٹ جانی چاہیے، بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا جان، جی بلیدی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): شعر ہے:

ہزاروں سال بُلبلِ اپنی بُنے نوری پر روتی رہی۔

بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَ رپیدا۔

جناب اسپیکر! بلوچستان میں دہشتگردی کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں جو قبل افسوس ہیں، دہشتگردی چھوٹا، بڑا جو بھی واقعہ ہو اسکو ہر ذی شعور انسان، ہر باضمیر انسان اُسکی نہ مت کرتا ہے۔ لیکن آج کا دن جس واقعہ کی طرف ہماری سوچ، ہمارا ذہن مبذول کر رہی ہے، وہ صرف ایک دہشتگردی کا واقعہ نہیں تھا بلکہ بلوچستان کے وہ پیشہ و رلوگ جو مظلوموں، ضرورت مندوں اور ان طبقات کی جن کے ساتھ نا انصافی اور زیادتیاں ہوتی تھیں، ان کو انصاف دلانے کے لئے وہ جا کے لڑتے تھے۔ ان کو انصاف دلاتے تھے۔ اور یہ کیل کوئی ایک دن میں نہیں بنتا بلکہ ایک کیل بننے میں والدین کی جو محنت ہوتی ہے، اُس طالب علم کو جو اپنی زندگی میں یہ خواہش لیکر پیدا ہوتا ہے، خواہش رکھتا ہے کہ میں اس پیشہ کو اختیار کر کے ان مظلوموں کے حقوق دلاوں جن کے ساتھ معاشرے میں نا انصافی ہوتی رہی، جن کے ساتھ ظلم ہوتا رہا اُنکے لئے لڑتا رہوں گا۔ آج کا دن وہ وکلاء کی پوری کھیپ بلوچستان میں جو ہماری عدالتوں میں ہماری آوازیں تھیں، جو ہمارے مظلوموں کے لئے لڑتے تھے، اُنکا حق دلاتے تھے اور یہ آج کا دن یہ پورے بلوچستان کے لئے، پورے ملک کے لئے ایک سیاہ دن ہے۔ اور ان کی کمی پوری کرنے کے لئے کئی دن، کئی سال

نہیں لگتے بلکہ اسمیں کئی سال، کئی دہائیاں لگ جاتی ہیں، تب جا کے یہ کی پوری ہو جاتی ہے۔ بلکہ بلوچستان جیسے صوبے میں تو صدیوں میں جو اسکی کمی پوری نہیں ہو سکتی۔ جناب اپیکر! میں اپنی پارٹی کی طرف سے، حکومت کی طرف سے اس واقعہ کی مذمت کرتا ہوں۔ اور آپ جور و لانگ دیں گے کہ اس کے لئے جو ہے، ہم سارے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ، ان کی لواحقین کے غنوں کا مادعا وہ نہیں کر سکتے لیکن ہم یہ دعا ضرور کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی فیملیز کو صبر دے۔ آمین۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ بلیدی صاحب، جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ: شکریہ جناب اپیکر! میں اپنے باقی دوستوں کی طرح جناب! اس مسئلے پر چند گزر ارشاد کرنا چاہتا ہوں۔ واقعی جادا ٹھاگست کا واقعہ ہے، پاکستان کے جہاں بہت ناقابل فراموش دشمنگردی کے واقعات ہوئے، وہاں سب سے اہم واقعات میں ایک واقعہ کوئئہ میں یہ ہمارے وکلاء کا سانحہ ہے۔ جناب والا! پشاور میں ایک اسکول پر جب حملہ کیا گیا، نہتے، معصوم، پھول سے بچوں کو خون میں لٹ پت کیا گیا۔ وہاں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اس کے بعد پورا پاکستان غم والم سے دوچار رہا۔ کچھ عرصے تک ان کے اوپر کچھ songs بھی بنائے گئے۔ وہ ہمارے موبائلز کے ٹو نز وغیرہ میں بھی ہم سنتے رہے۔ یہ اس سے کوئی کمتر واقعہ نہیں تھا۔ اس کی بھی ہم ممنون ہیں کہ بلوچستان کے اس واقعے کی پورے پاکستان میں مذمت کی گئی، باقی دیگر تینوں صوبوں نے، گلگت بلستان اور آزاد کشمیر تک اس کا سوگ منایا گیا۔ اور یہ درمحسوں کی گئی۔ لیکن روایات یہ ہیں کہ کچھ عرصے بعد جس طرح فضل آغا صاحب نے کہا کہ ہم یہ بھول جاتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ یہ ایسا واقعہ ہے کہ یہ ہر سال اسی دن ان دوستوں کی یاد میں ان شہداء کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ وہاں تحقیقات ہوئی۔ اس اسکول کے واقعے کی اور چند حقائق سامنے آئے۔ لیکن یہاں جو واقعہ رومنا ہوا کوئی میں، اس کی ابھی تک کوئی تحقیقات کے حوالے سے کوئی چیزیں کم از کم ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ تو ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ اگر وہ تحقیقات ہوئی ہے اور اس کے تیجے میں اگر کوئی نتائج سامنے آیا ہے، تو وہ share کیئے جائیں بلوچستان کے عوام سے۔ تاکہ ان لواحقین کو بھی معلوم ہو کہ وہ culprits کون ہیں۔ اور معاشرے میں ایک message جائے تاکہ ایسے لوگوں سے آئندہ اجتناب کیا جائے۔ تو جناب والا! میں اپنی جانب سے، پاکستان نیشنل پارٹی کی جانب سے اس واقعہ کی بھرپور مذمت کرتا ہوں۔ اور جناب والا! میں اللہ سے دست بستہ دعا گوہوں کے اللہ پاک لواحقین کو صبر و حمیل عطا فرمائے اور جو شہداء ہیں ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ۔

وزیر رفاقت و کوآ پریزو: میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

وزیر رفاقت و کوآ پریزو: آغا صاحب نے جو بات کی تھی میں وہ بھول گیا جو کمیشن بنایا گیا تھا قاضی فائز عیسیٰ نے اس پر مکمل تحقیقات بھی کی تھی آغا صاحب نے صحیح کہا ہم بھی یہ مطالبہ بار بار کر رکھے ہیں کہ اس وقت کے حکومت نے اس کو دبانے کی کوشش کی اور اس پر عملدرآمد کرنے ان کو منظر عام پر بھی نہیں لایا۔ ابھی بھی ہمارا یہی مطالبہ ہے میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ جس طرح دوستوں نے کہا کہ بہت سی قیمتیں جانیں اس میں گئیں اور سب لوگ اسی انتظار میں ہیں کہ اس کا کیا بنے گا تین سال پورے ہوئے ہیں اس کمیشن پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے نہ اس کی روپورٹ، ہم بھی یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ قاضی فائز عیسیٰ صاحب نے جو انکوائری کی تھی جو کمیشن نے تحقیقات کر دی اس کو منظر عام پر لایا جائے۔ ہمارے صوبائی صدر اصغر خان اچھری کے بھائی بھی اس میں شہید ہوئے تھے تو اس کو خود میں نے اپنے ہاتھوں سے اٹھایا کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ بیٹھے ہیں کوئی 20-15 دکاء جو ہمارے شہید ہوئے تھے ان سب کے سامنے تو میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کمیشن کو سامنے لایا جائے اور اس پر عملدرآمد کر کے کہ کس کی غلطی سے اور کس کی سستی سے یہ واقعہ پیش ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اصغر خان صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر! جو 8 اگست کا سانحہ تھا یہ انتہائی بہت بڑا ایک واقعہ ہوا ہے اور بالخصوص بلوچستان میں عدالتی جو ایک سرکل چل رہا تھا جو ایک کارروائی چل رہی تھی اس میں بہت بڑا ایک خلا آ گیا ہے جناب اسپیکر! ہم تو 4 اگست کو یوم شہداء پولیس مناتے ہیں، جو گزر رہوا 8 اگست ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔ یہ بھی مناتے ہیں لیکن بد قسمتی سے اس کے بعد اس پر کوئی کمیشن بنایتے ہیں ہم عدیہ کے پاس جاتے ہیں وہ کمیشن بنایتے ہیں اور سرکار سطح پر ہم لوگ انکوائری کا آرڈر دیتے ہیں لیکن ایک سال یادو چار مہینے گز رجانے کے بعد نہ کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ ہی کوئی بتانے والا جناب اسپیکر! ہمیں ان واقعات سے سبق لینا پاہیزے یہ جو 8 اگست کا واقعہ گزرا ہے یہ انتہائی آپ کو پتہ ہے کہ ایک لڑکا جب تعلیم حاصل کرتا ہے اور ڈگری لیتا ہے، ایل ایل بی کرتا ہے اور پھر اس منصب پر فائز ہوتا ہے پھر وہ اپنے صوبے کی خدمت کرتا ہے۔ اتنا بڑا واقعہ کہ جس میں 60 سے زائد لوگوں کی جانیں جاتی ہیں شہید ہو جاتے ہیں آیاں کا ذمہ دار کون ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہونے چاہیے کہ جو چھلی حکومتیں رہی ہیں جس کے حکومت میں اس طرح کا بڑا واقعہ ہوا

ہے اور جو لوگ اس میں ملوث ہیں ان کے خلاف انکو اسی کی جائے اور جس کو یہ کام سونپا گیا ہے اس کو اس کام کی ذمہ داری دی گئی ہے اس تحقیقات کی، وہ کہاں تک پہنچی ہیں؟ کہاں سے گزری ہیں؟ اس کا رزلٹ آنا چاہیے۔ جناب اپیکر! اس پاکستان میں بہت بڑے واقعات ہوتے رہے۔ جیسے سید فضل آغا صاحب نے فرمایا مستونگ کا واقعہ ہے کالج اور اسکولوں کا واقعہ ہے پشاور میں بھی ہوا ہمارا 8 اگست کا واقعہ ہے اس کے بعد ان کی بچوں کی کفالت ان کی دیکھ بھال اور ان کا پروگرام حال ان کا پوچھنا آیا یہ حکومت کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟ میں آپ کے توسط سے اس ایوان کے توسط سے جو ہماری موجودہ گورنمنٹ ہے اس سے ہماری یہ گزارش ہے چاہے 04 اگست کے شہداء کا ہم مناتے ہیں پولیس کا۔ چاہے یہ 8 اگست کا ہوان کے فیملی کو full-fledged relaxation کو دی جائے ان کی مدد کی جائے مالی معاونت کی جائے ہر بندہ صاحب حیثیت نہیں ہوتا ہے نہ ہر بندہ ہو سکتا ہے جن کو بھی گورنمنٹ کی طرف جن کی وہ ضروریات ہوں تو گورنمنٹ کو پاہیزے کیا اس پر توجہ دے ان کے بچوں کی کفالت کرے اور آنے والے اس طرح کے واقعات سے بچا جائے اور جو بھی کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے کسی بھی واقعہ کے لیے اسکی رزلٹ کا ایک ثابت متعین کیا جائے وقت بتایا جائے۔ اس وقت کے مطابق اس رزلٹ کو ٹیبل کیا جائے اور یہ 8 اگست کا واقعہ یہ انتہائی ایک بہت بڑا واقعہ ہے جناب اپیکر آپ رونگ دیں جس میں جو یہ جو واقعہ ہوا ہے جس کی تحقیقات جس کے ذمے لگائی گئی ہے وہ on-table کی جائے اور وہ اس ایوان میں لا یا جائے کہ آیا اس میں کیا پیشرفت ہوئی۔

بہت شکر یہ السلام۔

جناب ڈپٹی اپیکر: جی شکر یہ آپ لوگوں نے اس افسوسناک واقعہ کے متعلق اپنے موقف پیش کیے یہ یقیناً بلوچستان کی تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ تھا تو میں مولوی صاحب سے کہوں گا کہ شہداء کے حق میں دعا کریں اور ان کے گھر والوں کو اللہ صبر جمیل عطا فرمائے۔

(اس موقع پر شہداء 8 اگست کے لیے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی اپیکر: ملک صاحب میرے خیال سے کارروائی کی طرف آتے ہیں بعد میں آپ لوگوں کو بولنے کا موقع دوں گا۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب اپیکر! میرے خیال میں ایک اہم مسئلہ ہے ہمارے خاص کر اس دار الحکومت کو یہ اور کوئی نہ کے گرد نواح میں پانی کا۔ ایک بہت ضروری مسئلہ اس لیے ہے کہ جس وقت سے یہ ایسی میرے خیال سے وجود میں آیا ہے ہم نے اس پر کئی دفعہ discuss کیا ہے لیکن آج تک بتدریج یہ پانی کا مسئلہ یہاں گھم بیہر ہوتا جا رہا ہے اور بڑی تیزی سے خاص کر کوئی نہ اس وقت جناب اپیکر صاحب! مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ 23 لاکھ ہے

لیکن اس سے زیاد ہے اس دار الحکومت میں بنتے ہیں ان کے لئے پانی کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! اس وقت کوئی کی آبادی کا اگر ہم کہیں کہ 60% لوگ ٹینکر مافیا کے رحم و کرم پر ہیں لیکن کوئی کی جو گرد و نواح میں سریا ب ہے یا اسٹرف کچلاک دیگر آبادی ہیں وہاں تقریباً پی اچج ای اور واسا کی ٹیوب ویلیں نہ ہونے کی وجہ سے میرے خیال میں وہاں کے 80% لوگوں کا ٹینکر مافیا کے رحم و کرم پر ہیں اسیں سب سے بُدھتی کی بات یہ ہے جناب اسپیکر صاحب! ہمارے علاقے میں آج واسانے جتنے بھی ٹیوب ویلز لگائیں ہیں پانی کی گزار کوئی شہر تک ہے لیکن وہ آبادی اس پانی سے محروم ہے۔ اور خاص کر اس وقت 13 ٹیوب ویل جو دشت میں لگے ہوئے ہیں جناب اسپیکر صاحب یہ بالکل ready ہیں انکا پانی صرف سریا ب تک لانا باقی ہے لیکن میرے خیال میں ایک سال سے ہم مسلسل کوشش کر رہے ہیں ہمارے وزیر پلک ہیلتھ نجیسٹر نگ ہیں اسکے علاوہ گزشتہ دور میں اسی کوئی کے اندر 300 سے زیادہ ٹیوب ویل لگائیں گے جو اس وقت incomplete ہیں جن کو complete نہیں کیا گیا کسی کی بجائی رہ رہی ہے تو کسی کا کمرہ رہ رہا ہے کسی کی مشینری رہ رہی ہے بُدھتی یہ ہے کہ اتنے بڑے مسئلے کے باوجود موجودہ آپ کی پی ایس ڈی پی ہے اس کے اندر ان کے لیے ایک روپے بھی نہیں رکھا گیا۔ اور اسی فلور پر ہم نے بار بار جناب اسپیکر صاحب اس کی آواز اٹھائی آج تو مسئلہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ 3 ہزار کے قریب کوئی شہر میں ایک ٹینکی بک رہی ہے اور وہ بھی اسی طرح کہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی کنٹرول نہیں ہے اگر وہ 10 ہزار لیٹر کی ایک ٹینکی ہے انکی اپنی قیمت بھی وہی ہے اگر وہ پانچ ہزار لیٹر کا ایک ٹینکی ہے اس کی قیمت بھی وہی ہے حکومت کا کوئی ریٹ نہیں ہے کہ اس ٹینکی کی یہ قیمت ہے اور وہ ٹینکی ایک دن میں کسی کے گھر نہیں پہنچ سکتا جناب اسپیکر صاحب وہ ٹینکر مافیا کی اپنی ہی مرضی اور صواب دید پر ہے کہ وہ تیسرے دن آپ کے گھر پانی لائے چوتھے دن یا پانچویں دن آپ کے گھر پانی لائے تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب اسپیکر! کوئی کے پانی کا مسئلہ روز بہ روز شدید ہوتا جائیگا کہ میں کہوں گا کہ شاید عید کے بعد آپ روزانہ دیکھو گے کہ کوئی کے اب بھی عورتیں ان گلی کو چوں میں میرے خیال میں کئی دفعہ روڈوں پر آپ نے دیکھا ہے کہ پانی کے لیے انہوں نے روڈ بند کر دی ہے شہر کے اندر تو لوگ پانی خرید سکتے ہیں لیکن خاص کر ہماری ان آبادی کے اندر اگر آپ جائیں گے جناب اسپیکر صاحب تو وہاں ٹیوب ویلوں پر عورتوں کی بہت بڑی رشگلی رہتی ہیں۔ رات 11-12 بجے تک لوگ جو ہیں ایک چھوٹے سے کنسٹرکٹو بھرنے کے لیے جوان کی لائیں اور قطاریں گلی ہوتی ہیں یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے میرے خیال میں ہماری گورنمنٹ خاص کر پانی کے مسئلے پر چچلی دفعہ جو واسا کی، واسا کی یہ جو ہمارے ایم ڈی ہے اس سے ہماری ملاقات بھی ہوتی وہاں منسٹر صاحب بھی میرے خیال میں بیٹھا ہوا تھا ان کے سیکرٹری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن بُدھتی یہ ہے کہ یہ مسئلہ بالکل اس حد تک پہنچ گیا ہے

کہ ہم ہرگلی سے ہر کھوچ سے ہم اپنے علاقے میں روزانہ لوگ اس پانی کے حوالے سے ہمارے پاس چلے آتے ہیں اس لیے میں کہتا ہوں جناب اپیکر صاحب کہ آج اس ایوان کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلے پر خاص کر اس پر بحث کی جائے جو لوگوں کے، جہاں پانی نہیں ہو گا وہاں زندگی نہیں ہو گی۔ ضروری نہیں کہ سب ہماری اس اسمبلی میں جس میں ہم اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں آپ اپنی ایمپی اے ہائل کی حالت دیکھیں وہاں میرے خیال میں بھی ہر دوسرے تیسرا دن پانی نہیں آتا ہے آپ کی چمنی آپ کے درخت اس کے اردوگرد لگے ہوئے ہیں یہ سب خشک ہو چکے ہیں جناب اپیکر صاحب جب پانی نہیں آئے گا آپ کا یہ صوبائی دارالحکومت یہاں سے میرے خیال میں آپ کے جس علاقے میں پانی ہے آپ ابھی سے پلان کریں کہ آئندہ پانچ سالوں کے دوران ہم نے صوبائی دارالحکومت کو کس جگہ پر شفت کرنا ہے اگر یہ مسئلہ رہا تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے لیے منصوبہ بندی کیا جائے اور آج ایوان کی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے مہربانی۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ ملک صاحب جی اصغر خان محترم کریں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اپیکر! ملک نصیر شاہوں جس topic کر بات کر رہے ہیں میں ان کی حمایت کرتا ہوں جناب اپیکر ڈسٹرکٹ پیشین کی اگر بات کی جائے تو وہاں پی ایچ ای کے ٹیوب ویل سارے خراب پڑھے ہوئے ہیں بار بار منشہ صاحب سے رابطہ کرنے کے بعد سیکرٹری صاحب سے رابطہ کرنے کے بعد ایکس ای این صاحب سے رابطہ کرنے کے بعد ہم نے لیٹر لکھا ہے سیکرٹری صاحب کو جلد مرمت کیا جائیگا لوگ وہاں ایک ایک بوند کے لیے لوگ پریشان بیٹھے ہیں ایک بوند پانی بالکل میسر نہیں ہو رہی مہینوں مہینوں تک لوگوں کو پانی نہیں مل رہا اور جیسے کوئی میں ایک ٹینکر ما فیا کاراج ہے ڈسٹرکٹ پیشین میں بالخصوص شہر میں وہاں بھی ایک ٹینکر ما فیا کاراج ابھی شروع ہونے والا ہے ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس ما فیاء میں کس کا ہاتھ ہے یہ کیوں نہیں۔ پی ایچ ای والے جہاں ٹیوب لگا ہوا ہے ان کی responsibility ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کو repair کرنا اور لوگوں کو پانی دینا عوام کو پانی دینا یہ ان کی ذمہ داری ہے پی ایچ ای کی ذمہ داری ہے۔ نہ XEN صاحب own کرتے ہیں نہ سیکرٹری صاحب own کرتے ہیں نہ منشہ صاحب own کرتے ہیں ابھی ہم کس کے پاس جائیں کس سے روئیں جناب اپیکر! یہ زراروںگ دین سیکرٹری پی ایچ ای صاحب کو بلا کیں یہاں ان سے جواب طلب کریں کہ کوئی کے پانی مسئلہ ہے پیشین کا پانی کا مسئلہ ہے اور اضلاع میں پانی کا مسئلہ ہے آیا یہ ٹیوب ویل کب repair کریں گے کس مد میں کریں گے کروڑوں اربوں روپیہ ان کو مل رہا ہے لیکن یہ نہیں پتہ کہ پیسے کہاں جا رہے ہیں دوسرا جناب اپیکر صاحب ہمارا باالخصوص بجلی کا مسئلہ ہیں ہم کیسکو چیف سے ملنے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ جی ہمیں فیڈرل منشہ صاحب یا

فیڈرل سے ہمیں یہ آئی ہے کہ آپ نے 11 گھنٹے بھلی دینی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ اذان)

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ بھلی کے حوالے سے ہم کیسکو چیف سے ملے۔ انہوں نے کہا، ہمیں فیڈرل گورنمنٹ سے ہدایات ہے کہ گیارہ گھنٹے بھلی دی جائے تمام دیہاتوں کو۔ ہمیں گیارہ گھنٹے بھلی نہیں چاہیے دیہاتوں میں۔ ہمیں آٹھ گھنٹے بھلی دیں۔ سات گھنٹے بھلی دیں تین فیز میں دیں۔ ہمیں گیارہ گھنٹے بھلی دے رہے ہیں دو فیز میں۔ جناب اسپیکر! دن میں تین دفعہ، میں کیسکو چیف کے پاس بھی گیا ہوں۔ وہ تو کہتے ہیں جی آپ نے بیل دینا نہیں ہے۔ آپ بھلی پر سیاست کر رہے ہیں۔ وہ بیل آپ دے رہو یا میں دونگا۔ محکمہ آپ کا ہے۔ ذمہ داری آپ کی ہے۔ تنخوا میں آپ کو گورنمنٹ دے رہی ہے۔ آپ enjoy facility کر رہے ہو۔ گاڑیاں فری آپ کو ملی ہیں۔ پیڑوں فری آپ کو گورنمنٹ دے رہی ہے۔ جو شخص آپ کو بیل نہیں دیتا۔ آپ اسکا کنکشن کاٹیں۔ اُسکا ٹرانسفر ملے جائیں۔ کیا یہ ہمارا کام ہے؟ کیا یہ عوامی نمائندوں کا کام ہے کہ ٹرانسفر مل پڑھیں؟ اور وہاں ٹرانسفر مراتر کر لے آئیں؟ جناب اسپیکر! یہ کیسکو چیف کو آپ بُلائیں۔ اس نے بیڑہ غرق کر دیا بلوجستان کا۔ نالائق ترین آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی لوکل آدمی، بلوجستان میں ایسے قابل لوگ ہیں۔ جنکو آپ CO₂ لائیں۔ پہلے یہ وفاقی حکومت یہاں بم گرایا۔ ڈالر کہاں چلا گیا۔ اشیاء خور دنوش کہاں جلی گئیں؟ مزدور، غریب پستا جا رہا ہے۔ کسان پستا جا رہا ہے۔ اور اوپر سے بھلی کی یہ حالت ہے۔ جناب اسپیکر! تھوڑا حرم کریں۔ دو دفعہ آپ نے اسکو بُلا یا ہمارے سامنے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سے تین، چار دفعہ بلا یا۔

جناب اصغر علی ترین: ایک منٹ جناب اسپیکر! دو دفعہ آپ نے انکو بلا یا ہے۔ یہ بیٹھے ہیں یقین دہانی کرتا ہے۔ پھر وہاں جاتا ہے۔ ملتا نہیں ہے۔ جی میں ویڈیو کال پر سیکرٹری کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ یہ وہاں فیڈرل سے، یہاں کوئی لوکل آدمی ڈھونڈیں بلوجستان کا۔ کہ اس کاغم کھائے۔ یہ وہاں سے آیا ہوا ہے یہ غم نہیں کھا رہا۔ یہ دیکھیں جناب اسپیکر! یہ تین چار مہینے ہیں۔ جون، جولائی، اگست، ستمبر باغات کے اور زمیندار کے۔ اس چار مہینے میں وہ اپنی فصل اٹھایا گا۔ اپنے پھوٹوں کیلئے روزی کمائے گا۔ اگر اس تین، چار مہینے میں ہم انکو بھلی نہ دیں تو ہم پھر انکو کیا دیں گے؟ روزگار تو ہم نے چھین لیا ہے۔ اور کیا نام ہے۔ آپکے سامنے سب کچھ مہنگائی، بیروزگاری، ایک رہ گیا بھلی۔ ہمیں گیارہ گھنٹے نہیں دیہات میں بھلی چاہیے۔ ہمیں آٹھ گھنٹے دے دیں۔

سات گھنٹے تین فیس میں ہمیں دے دیں۔ جناب اسپیکر! اس پر آپ سخت ایکشن لیں۔ بالکل strict-action لیں۔ اور یہ وفاقی حکومت۔ ظہور بلیدی صاحب بیٹھ ہوئے ہیں۔ ان سے میری ریکووٹ ہے کہ بھائی ہاتھ جوڑ کر۔ کہ بھائی آپ وفاقی حکومت سے بات کریں۔ اس سے ہماری جان چھڑائیں۔ کوئی نیا CO2 لائیں۔ جس سے ہم بات کر سکیں۔ کوئی لوکل آدمی لائیں۔ نصیب اللہ مری صاحب کا پیٹی آئی سے تعلق ہے۔ یار جاؤ عمران خان سے کوئی بات کرو۔ تاکہ ادھر ہمارے زمیندار کم از کم جو پستے جا رہے ہیں۔ مہنگائی میں آپ نے پس دیا ہمیں۔ یہ روزگاری میں پس دیا ہمیں کم از کم بھلی کو آٹھ گھنٹے تین فیس ہمیں دیں کم از کم دیہاتوں میں۔ یہ بات تو آپ کریں۔ بلوچستان گورنمنٹ اگر بات نہیں کر سکی۔ بچہ روئے گا تو ماں دودھ دے گا نا۔ ہم تو روز روکر پٹ گئی۔ یہاں تقریر یہ پڑ گئی۔ روز روک تقریر کر کر کے گلہ بیٹھ گیا۔ مگر آپ نے فیڈرل حکومت سے کوئی بات ہی نہیں کی۔ کوئی مہربانی فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اصغر ترین صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: صوبائی حکومت سے میری گزارش ہے آپ کے توسط سے کوئی اپنے ڈھنگ کا آدمی لائیں۔ یہ آدمی بیٹھا ہوا ہے کسی کام کا نہیں ہے۔ نہ کوئی سُٹنا ہے۔ نہ کوئی بات کرتا ہے۔ کہتے ہیں جی آپ بیل۔ بیل آپ کا کام ہے۔ ہمارا کام تو نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! بھلی اور گیس پر، ان دونوں کو بُلا یا جائے۔ اور یہ صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے رابطہ کرے۔ یہ دو مہینے رہ گئے انکے سینز کے۔ انکو بھلی مہیا کریں۔ انکو گیس دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اور یہ یقین دہانی کرائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اصغر ترین صاحب! اُسکو میرے خیال سے مزید بُلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ گورنمنٹ کے نمائندوں سے میں یہی کہتا ہوں کہ آپ لوگ فیڈرل سے بات کریں۔

میر نصیب اللہ مری: جناب اسپیکر! خود جواب دیں گے۔ جہاں تک CO2 کا تعلق ہے۔ CO2 کے متعلق کافی اُسکے گئے ہیں۔ لیکن وہ ابھی ریٹائرمنٹ میں اُسکے دس، پندرہ دن رہ گئے ہیں۔ تو اسکے بعد ہی اُسکا ہوگا۔ ہم سب کے ہیں۔ وہ ریٹائر ہو رہے ہیں ابھی۔۔۔ (مداخلت) میں نے بھی اسکا غم کھایا ہے۔ لیکن یہاں بھی ریٹائر ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصیب اللہ مری صاحب۔ جی سردار یار محمد رند صاحب! آپ اس کے متعلق اپنا موقوف پیش کریں۔ سردار صاحب! آپ اپنی سیٹ پر آ کر بات کریں تو بہتر ہیگا۔

سردار یار محمد رند: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ ایسا ک نعبد و ایسا ک نستعین۔ مسٹر اسپیکر صاحب! سب سے پہلے تو میری ریکووٹ آپ سے یہ ہے کہ پہلی دفعہ میں ایوان میں آیا تھا۔ شاید first session، یا second session میں

نے ایک ریکوئسٹ کی تھی۔ میرے دوست نے اتنی زبردست تقریر کی۔ اور اتنی زوردار تقریر کی۔ مجھے ایک لفظ سمجھنہیں آیا کہ انہوں نے کیا کہا۔ آپکا پورا وفد جاتا ہے۔ وہی اور لندن گھومتا ہے۔ مگر اسپیکر صاحب آپکا یہ ساؤنڈسٹم ہمارے سمجھ میں نہیں آتا ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گے) البتہ اُنکے جذبات سے۔ اُنکی کچھ چیزیں کوئی لفظ میرے سمجھ میں آئے۔ بالکل آپ بجائے فرماتے ہیں۔ یہ بہت سُنگین مسئلہ ہے پورے ملک میں۔ اور خاص طور پر بلوچستان میں۔ ابھی بھی ہماری حکومت کے دوست، اپوزیشن کے دوست وہاں گئے۔ پرائم منستر سے ملاقات ہوئی۔ چیزیں discuss ہوئیں۔ اور اسی سلسلہ میں میں نے کل چیزیں کیسکو کو اپنے ہاں بُلا یابھی تھا۔ اب کیونکہ اُنکے چند دن رہ گئے ہیں۔ مہینہ بھی نہیں۔ تو ایک آدمی جو خود جا رہا ہو۔ تو اُسکے interest کم ہی ہوتا ہے۔ مگر میں یقینی طور پر اپنے دوست کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ابھی تیرہ گھنٹے سے ہمارے دوست جا کر رسولہ گھنٹے کرو کر آگئے ہیں۔ چیزوں کی ہے ربڑ کی طرح آپ اُسکو کھینچیں گے اُسکا حاصل کچھ نہیں ہونا ہے۔ اور میں اپوزیشن سے بھی کوئی۔ وہ بھی ہماری اُدھر الائنس ہے اسلام آباد میں۔ تو اگر ہم مل بیٹھ کرو ہاں دیکھ لیں۔ اور پیٹی آئی کی حکومت ہے یقینی طور پر۔ مگر یہاں ہمارے الائنس کی حکومت ہے۔ بہت سارے فیصلے ایسے ہوتے ہیں جنکا بلوچستان کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور یہاں کچھ ایسے دوست ہیں۔ شاید یہاں نہ ہوں۔ مجھے یاد ہے 80ء میں mid-Eighties میں۔ جو 85ء کے ایکشن ہوئے تھے۔ میں اُس وقت سینیٹر بھی تھا۔ تو یہاں سے بلوچستان کا ایک وفد آیا تھا۔ اس میں خالد لانگو صاحب کے والد مر جو بھی تھے۔ میں نام بھول گیا۔ کبیر محمد شہی صاحب کے، اُنکے والد بھی تھے۔ کیا تباہی؟ پیشیں کے آغا صاحب تھے، تاج محمد آغا صاحب۔ یہ اُس وقت آئے تھے۔ انہوں نے ریٹ فکس کروائے تھے چارہزار روپے۔ believe me کرو اکر آپ جو جارہے ہیں بلوچستان میں۔ یہاں سے ایک تباہی کرو اکر جارہے ہیں۔ اس میں بلوچستان کو loss ہونا ہے۔ ہر آدمی care چھوڑے گا۔ اور ایک دن یہ ہو گا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہو گا بلوچستان میں۔ اور آج تین، پینتیس سال کے بعد یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ بلوچستان میں پانی کا جو بحران ہے۔ اور بھلی کا بحران ہے۔ اُسکی واحد وجہ یہ تھی کہ وہ چارہزار روپے فکس کروائے آگئے تھے۔ ابھی بھی میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے زمیندار بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار ہوں۔ اور ایک ہم آل پارٹیز تو نہیں کہہ سکتے، جتنی یہاں پارٹیز ہماری موجود ہیں اُن سے ہمیں ایک ایک ممبر لینا چاہیے۔ CM صاحب بیٹھے ہیں۔ میں اُنکے ساتھ بیٹھنے کیلئے تیار ہوں۔ یہ سارے پارٹیوں کے ایک ایک نمائندے بیٹھیں۔ realistic ڈیماونڈ کریں، حقیقی۔ یہ اخباروں کے سرخیاں لگوانے کیلئے، اس سے کچھ نہیں بننا ہے۔ اور نہ یہ بلوچستان کے جب تک ہم ایک ہونگے۔ ٹھیک ہے میں مرکز کا نمائندہ مجھے

دی گئی ہے۔ اور وہ بھی نام نہاد ہے۔ ہم least priority پر ہیں۔ بھلے میری ہی حکومت کیوں نہ ہو۔ اس سے سابقہ حکومتیں جتنی گزی ہیں یا آج ہے۔ جب یہاں کوئی burning issue ہوتا ہے۔ ہوتی ہے۔ لوگ روتے ہیں۔ اخبار اور میڈیا میں آتا ہے۔ ایک دفعہ ہلا لیا جاتا ہے۔ ایک مینگ کر لی جاتی ہے۔ پھر بلوچستان کو بھول دیا جاتا ہے۔ تو اُسکو مرکز سے کچھ لینے کیلئے ہمیں تھوڑا سا ساتھ ہونا پڑے گا۔ اور مرکز سے وہ چیزیں۔ جو reality پر جو حقیقت پر ہوں۔ اُنکو ہم نے اُنکے سامنے رکھنا ہیں۔ یہ ابھی بھی ہم فورس کرتے جاتے ہیں۔ کہ جی فکر کر دیں، فکر کر دیں۔ یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک ہم خود اپنی چوری نہیں روکیں گے۔ ایک ایسا میکنزم نہیں بنائیں گے۔ بہت ہو گیا جی۔ تیس، چالیس سال سے آپکو مرکز بجلی دے رہا ہے۔ اچھا سٹم ہمارا بڑھتا جا رہا ہے۔ چوری ہماری بڑھتی جا رہی ہے۔ consumption ہماری بڑھتی جا رہی ہے۔ لیکن کچھ بھی نہیں ہو رہی ہے۔ وہ بھی تو ایک نظام بنانا ہو گا۔ میں دعوت دیتا ہوں پورے ہاؤس کو بیٹھیں۔ ایک کمیٹی بنائیں چار، پانچ دوستوں کی۔ مختلف پارٹیز کا ایک ایک ممبر ہو۔ وہ بیٹھیں۔ ہمیں تجاوزیز دیں۔ اس پر ہم عملدرآمد کریں گے بھی صحیح۔ اور عملدرآمد کروائیں گے بھی صحیح۔ اب جو سیریس مسئلہ ہے کہ ابھی چیزیں میں لیکوں کی اور مجھے یقین ہے کہ میں ابھی جاؤ نگا متعلقہ منشی صاحب سے میں بات کروں گا اپنے واپڈا کے اور ہم کوشش کریں گے کہ ایسے بندے کو لاائیں۔ جو بلوچستان کے issues کو۔ اُنکے مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ Number-2, again please یہ ساؤنڈ سٹم کو ٹھیک کروائیں۔ اگر اتنے کوئی بُرے حالات ہیں آپکے اس صوبہ کے۔ اتنا بڑا آپ ایک delegation بھیجا دئیں۔ گھوم پھر کرسارے واپس آگئے۔ ہو جائی اگر نہیں ہے تو ہماری تنخوا ہوں سے کاٹ لیں مگر please یہ کوئی اتنی بڑی ضرورت نہیں ہے کہ آپ ساؤنڈ سٹم کیلئے آپ دئی اور لندن میں جا کر آپ یہ نیا کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے زمین me believe میں تج آپ کو کہتا ہوں کہ جب ہمارے دوست بول رہے ہوتے ہیں ہم اُنکو صحیح طریقے سے understand نہیں کر سکتے ہیں۔ تو میری سب سے ریکوئیٹ ہے۔ آپ سے کہ پلیز جتنا جلدی ہو سکے اس سٹم کو replace کریں۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ سردار صاحب۔ جی اختر صاحب مختصر آباد کریں۔

میرا خنزیر حسین لانگو: جناب! میں بولنا چاہونا گا مختصر۔ باقی باتیں ساری دوستوں نے کر لیں۔ سردار صاحب نے کر لی۔ میں صرف اس میں تھوڑا سا اضافہ کر لوں گا۔ اُتنی بھی چھوڑی بات نہیں کروں گا۔ جناب اسپیکر! migrancy میں جس بحرانی کیفیت کا ذکر کیا کوئی شہر میں پینے کے پانی کے حوالے سے۔ جناب والا! اس میں پہلے بھی ہم نے کئی

مرتبہ یہ پوائنٹ اس اسمبلی میں raise کیا تھا۔ اُس میں بہت ساری چیزیں ہمیں اسمبلی فلور پر on the record ہیں۔ ان چیزیں کا آپ ریکارڈ نکال کر چیک کر سکتے ہیں کہ قائد ایوان اور اُس وقت کے منسٹر فائناں نے ہمیں یقین دہانی کرایا تھا اسی فلور آف دی ہاؤس میں۔ کہ جو ٹیوب ویلیں پچھلے دس سالوں سے پی اچ گ ای نے اس کوئٹہ شہر میں ڈرل کی ہوئی ہیں۔ جس میں ڈرلنگ اور کینگ کا کام کامل ہو چکا ہے۔ یعنی fifty% ڈرل کی ہوئی ہے۔ اس کوئٹہ شہر میں energize کرنے کیلئے انکی ٹرانسفر مرزا اور جو سر سیبل یا جو پمپس وغیرہ ہیں انکے، وہ انشال کر کے ان تمام ٹیوب ویلیوں کو ہم اسٹارٹ کر سکتے ہیں۔ جو تقریباً دوسو سے زیادہ ہیں۔ پھر میں یہ بات بھی اس ایوان کے ریکارڈ میں لانا چاہو گا کہ وہ اسے ایک سروے کیا۔ اُن میں سے کچھ ٹیوب ویل جو 10-09-2008ء میں لگے تھے۔ وہ ٹیوب ویل بند ہونے کی وجہ سے پچھلے دس، بارہ سالوں سے وہ energize کے قابل تھے وہ ایک سو ستر ٹیوب ویلوں کی لسٹ ہو چکی تھیں۔ اُن کو وہ اسے مائنس کر کے اور جو energize کے قابل تھے وہ ایک سو ستر ٹیوب ویلوں کی لسٹ بنائی۔ وہ لسٹ ابھی بھی وہ سمری کبھی اس کے دفتر۔ بھی اسکے دفتر جا رہی ہے۔ لیکن اُس سمری کو اپنی منزل تک پہنچنے نہیں دیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ اس فلور پر یقین دہانی کرنے کے باوجود اُن ٹیوب ویلوں کو energize کرنے کیلئے جو ایک cost estimated ہے۔ وہ پی ایس ڈی پی میں reflect نہیں کیا گیا۔ یہاں اب چونکہ پیسے انہوں نے پی ایس ڈی پی میں اُس کیلئے نہیں رکھے۔ یہاں اس فلور پر یقین دہانی کرنے کے باوجود۔ اس لیے اب اُس سمری کی جو ہے وہ رولر کوئٹر کی طرح گھما پھرا کر وقت گزارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاکہ 2021ء کی بجٹ میں اس کیلئے سوچا جائے۔ میرے خیال سے گورنمنٹ اس بات پر سمجھیدہ ہی نہیں ہے کہ کوئٹہ شہر میں پانی کے مسائل کو حل کیا جائے۔ یا تو پھر میکر مافیا انتاز ور آور ہے۔ سردار صاحب کو پتہ ہے کہ کراچی ڈنپس میں بھی یہی حالت ہے کہ وہاں بھی اس میکر مافیا نے ایک اپنی monopoly بنائی ہوئی ہے۔ جو اس مسئلے کو، اس issue کو resolve کرنے کیلئے چھوڑتا ہی نہیں ہے۔ یا تو کوئٹہ شہر میکر مافیا کے قبضے میں آچکا ہے۔ یا پھر ہم سمجھیدہ نہیں ہیں۔ دیکھیں جناب اسپیکر! کوئٹہ شہر کی پلانگ اُس وقت ہوئی تھی۔ یا اس موجودہ census کو ہم لے لیں۔ تو کوئٹہ شہر کی آبادی ہائیں لاکھ کے قریب اس موجودہ census میں آچکی ہے۔ لیکن اگر حقیقت میں اگر ہم دیکھ لیں کوئٹہ شہر کی پاپولیشن کو۔ تو وہ بائیں لاکھ نہیں بلکہ ہمیں چالیس لاکھ سے بھی زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ آپ کی interior کے جتنے ڈسٹرکٹس ہیں۔ اُن میں ہیلٹھ کی facilities نہیں ہے۔ ایجوکیشن کی facilities نہیں ہے۔ گیس electricity نہیں ہے۔ اس نہیں ہے۔ زندگی کی وہ تمام بنیادی ضروریات جو لوگوں کی سہولت کیلئے ہوتیں ہیں۔ وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے کوئٹہ کی طرف لوگوں کا migration زیادہ ہے۔ urbanization زیادہ ہو رہی ہے۔ آپ کے پیشین کے

لوگ، آپ کے چہرے کے لوگ، خضدار کے لوگ، سبی کے لوگ، نوشکی، والیند یعنی غرض کے بلوچستان کے تمام ڈسٹرکٹس کے لوگ آپ کو یہاں ملیں گے جن کے نام، جن کی اندر اج، جن کی رجسٹریشن اپنے ڈسٹرکٹس میں ہیں۔ لیکن وہ رہتے ہیں کوئی میں، ان کی فیملیز کوئی میں رہتی ہیں۔ ان کا بودو باش کوئی شہر میں ہے تو کوئی شہر کو جب بھی plan کیا جائے، یہ 40 لاکھ شہر کے حوالے سے اس کو کیا جائے۔ جبکہ ہم census کی اس 22 لاکھ کی آبادی کو دیکھ رہے ہیں، تو جناب والا! یہ جو ٹیوب ویلز ہیں جن پر اربوں روپے لگ چکے ہیں گورنمنٹ کا fifty percent کام مکمل ہو چکا ہے۔ drilling complete casing اور installation باتی ہیں۔ اس کے لئے مہربانی یہ ہے جو یقین دہانی اس فلور پر ہمیں کرانی گئی تھی، اس یقین دہانی اس زبان کو، بلوچستان کی اپنی روایات ہیں، یہاں لوگ اپنی زبانوں کی پاس رکھتے ہیں۔ تو چیف منسٹر صاحب بھی بلوچ ہیں۔ ہمارے منسٹر فناں صاحب بھی بلوچ ہیں۔ میری ان سے گزارش ہے کہ ایک بلوچی زبان اس فلور آف دی ہاؤس میں دیا تھا، مہربانی کر لیں اپنے اس بلوچی زبان کا پاس رکھیں۔ ان ٹیوب ویلزوں کو energies کر لیں تاکہ کوئی کے پانی کا مسئلہ حل ہو۔ جہاں تک جناب اپنیکر صاحب! بھلی کا مسئلہ ہے، اصغر خان ترین صاحب نے تو نشاندہی کی۔ وونچ کا واقعی مسئلہ ہے۔ اس وقت ہمارے پاس جو ہمارے main transmission lines capacity ہے سات سو میگاوات بھلی کی۔ جبکہ بلوچستان کا کوئی اور اسکی ضرورت 11 سو 50 میگاوات ہے۔ کیسکو نے ہمیشہ بلوچستان کو نظر انداز کیا ہے۔ جو main ہماری ٹرانسمیشن لائن ہے، ان کے اوپر کیسکو نے آج تک ایک پیسے کی انواع میں کی ہے۔ میری سردار صاحب سے گزارش ہے چونکہ مرکز میں ان معاملات کو وہ دیکھ رہے ہیں، تو سردار صاحب سے میری یہ ریکوئیٹ ہے کہ وہاں یہ پوائنٹ اٹھا لیں کہ کیسکو یہاں سے کروڑوں، اربوں روپے کے بل collection کر رہا ہے۔ ہم بھی اس کے consumers ہیں، جو main transmission لائن ہے سردار صاحب! تو ان ٹرانسمیشن لائن کے حوالے سے انواع میں کیسکو سے کروائی جائے تاکہ جو ہمارا کوئی بنتا ہے بھلی کا۔ جو ہماری ضروریات ہیں بلوچستان کی، 11 سو 50 میگاوات کی، وہ ہمارے لائنوں میں اتنی جان ہو کہ اس 11 سو 50 میگاوات کو ہم carry کر سکیں۔ کیونکہ اس وقت جو ہمارے main transmission لائن ہیں، ان میں 7 سو میگاوات سے زیادہ بھلی carry کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ دوسرا ڈی جی خان اور کوئی والی جو لائن ہے اس کو فور connect کیا جائے۔ کیونکہ کیسکو جو ہے وہ بلوچستان کو اہمیت نہیں دے رہی ہے، یہاں کوئی انواع میں نہیں ہو رہی ہے۔ باقی صوبوں میں روز ٹرانسمیشن لائنوں کی improvement بھی ہوتی ہیں۔ اور ان کی replacement ہوتی ہیں۔

بھی کر رہے ہیں اُنکی لیکن بلوچستان ان تمام چیزوں سے محروم ہے۔ اگر یہ چیز حل ہو جائے تو میرے خیال سے کافی بڑا مسئلہ حل ہو جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ لانگو صاحب۔ میرے خیال سے اس پر مختصر بات کریں۔ تو جی تھوڑا مختصر کر دیں سردار صاحب، تھوڑا کارروائی کی طرف آجائیں۔ جی سردار صاحب مختصر کریں۔

سردار یار محمد رندہ: جناب اسپیکر صاحب! آپ کے توسط سے میں اپنے دوست کو یہ بتانا چاہتا ہوں مختصرًا کہ یہاں جتنے مسائل اور issues ہیں وہ اس طرح ہاؤس میں بیٹھ کے ہم تقریباً تو کر سکتے ہیں ایک دوسرے کو اپنا موقوف بتاسکتے ہیں۔ مگر، جب تک ہم آپ سے بیٹھ کے ایک strategy نہیں بنائیں گے، میرے خیال میں جو کچھ ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ شاید اسلام آباد سے ہم حاصل نہیں کر سکیں۔ تو میری یہ ریکوئیشن آپ سے اگر ہمارے دوست اُس سے agree ہوں تو پانچ یا چھ آدمی کا ہر جماعت کا ایک ایک نمائندہ ہو۔ سب سے پہلے ہم آپ سے بیٹھیں، کیونکہ ہم جا کے ایک بات کہتے ہیں، تو ہماری اپوزیشن دسری بات کہتی ہے۔ کچھ دوست ہمارے جو موجودہ حکمران ہیں، وہ اور بات کرتے ہیں، اُن کی اپنی ایک لائن ہوتی ہے۔ تو میں کہتا ہوں حکومت، اپوزیشن اور جو جو باقی جماعتوں ہیں، اُن کے ہم ایک ایک بندہ بیٹھ کے پہلے ادھر سے ہم ایک strategy بنائیں۔ میں دوستوں کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ہم جا نہیں گے اپنی گورنمنٹ سے بھی بات کریں گے اور متعلقہ جو منسٹری ہے واٹر بینڈ پاور، اُس سے بھی ہم بات کریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہم کسی نہ کسی مسئلے کے حل تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ جتنے پیسے ہم سے کاٹے جاتے ہیں وہ میرے خیال میں کوئی 12 بلین کے قریب گورنمنٹ آف بلوچستان کے پیسے جو ابھی تک میرے علم میں ہے، exactly figure کا مجھے پہنچ نہیں ہے، اتنے پیسے کاٹے جاتے ہیں ہمارے۔ اور ہم کو دیا کیا جاتا ہے؟ میں خود متعلقہ مطلب مجھے تھوڑی سی responsibility دی گئی ہے گورنمنٹ آف بلوچستان کی بنا پر آپ کے سپورٹ کے بغیر ایک Special Assistant to Prime Minister کی۔ مگر میں آپ کے سپورٹ کے بغیر ایک strategy بنا لیں گے اُنکے نمائندے اگر اس کو مناسب سمجھتے ہیں یا چیف منسٹر صاحب سے بیٹھ کے وہ بات کر لیں تو جو آپ strategy بنائیں گے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کو implement کروانے میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ جی نصر اللہ ذریعے۔

جناب نصراللہ خان زیری: ابھی ہم نے مختلف ممبران نے آپ دینے ہوئے بھل کیلئے مختلف اسکیمات اب مصیبت یہ ہے کہ 35% جو ہیں نا و مختلف ٹیکسٹریز کی مدد میں آپ سے کاٹے جائیں گے۔ یہ بڑی مشکل صورتحال ہے۔ اگر آپ نے ایک اسکیم دی ہے ایک کروڑ روپے کا تو اُس میں سے 35% کاٹے جائیں تو real قسم کیا رہ جائیں گے؟ آپ کا گرد اسٹشن کا آپکو ٹکسٹ لگا ہے۔ یہ 20% وفاق کیسکو نے لگائی ہے بیس فیصد، 15 لگائی ہے BRA نے۔ تو یہ 35% تو یہاں سے کٹ گئی۔ اور آپ کے پاس رہ کیا جائیگا؟۔ تو اس بارے میں اگر سردار صاحب کمیٹی بنانا چاہ رہے ہیں تو ان معاملات کو ہم اٹھائیں گے۔ پانی کا، آج میں واسا کے دفتر گیا۔ میرے 2015-16ء اور 2016-17ء، 2017-18ء، 2018-19ء کے کوئی 10 ٹیوب و لیز تیار ہیں، اُس کی بھل کے ٹرانسفارمرز کا مسئلہ ہے۔ آج میں واسا دفتر گیا۔ آپکے سریاب کا۔ آپ کے فقیر آباد کا۔ آپ کے ایسٹرن بائی پاس کا۔ آپ کے دیگر ٹیوب و لیز تیار ہیں لیکن اُسکے لئے ٹرانسفارمرز نہیں دینے جا رہے ہیں۔ تو میں ریکووٹ کروں گا کہ جو معاملائیں نے اٹھایا ہے، یہ 35% کا جو ہم سے کاٹے جا رہے ہیں یہ کس مدیں کاٹے جا رہے ہیں؟ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ جی آغا صاحب۔

انجیمنٹ سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر صاحب! میں سردار صاحب کی تجویز کو بہت خوش آئند سمجھتا ہوں۔ لیکن ہماری گزارش یہ ہے کہ جب سے ہم آئے ہیں، ہمارے جو بھائی ہیں، وہ باقی ہاؤس کو بے ادبی معاف، اچھوت کی طرح سمجھتے ہیں، کسی معاملے میں ہمیں شریک نہیں کرتے ہیں، کسی معاملے میں ہم سے مشورہ نہیں کرتے ہیں۔ کوئی کمیٹی ہاؤس سے collective نہیں بنی ہے۔ یہ سب کچھ اندر وہ خانہ طے کرتے ہیں ہم آپ کی اس تجویز کو خوش آمدید کرتے ہیں، ہم نے بار بار کہا ہے کہ یہ ہمارا صوبہ ہے، ہمیں collectively مل کے اس کی ڈیماندز کو آگے لے آنا چاہیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ان سے بات کریں، ہمارے ساتھیوں سے۔ ہم کو ساتھ لیں۔ کیونکہ ہمارے اصغر خان نے بات کی اور باقی ساتھیوں نے بات کی۔ یہ سب آپ کو ہم سے زیادہ پتہ ہے۔ یہ تو ہمارے گھر کے لوگ ہیں۔ جو ہمارے مشکلات ہیں اور آپ کی بالکل صحیح تجویز ہے کہ ہم مل کے چلیں اس ہاؤس میں کوئی اپوزیشن اور گورنمنٹ نہیں ہے۔ ہم مل کے چلیں۔ اور بلوچستان کے لئے کچھ لائیں۔ ہم آپ کی تجویز کو wholeheartedly support کرتے ہیں۔ ہماری گورنمنٹ کی، ٹریوری پیپر کی، بلیدی صاحب بھی بیٹھے ہیں، ان سے بھی گزارش ہے کہ اس قسم کا جو بھی issue ہو، وہ اس ہاؤس سے کمیٹی بنائی جائے۔ یہ ہم خدا نخواستہ دشمن تو نہیں ہیں، ہم اس ملک کے دوست ہیں۔ لیکن آج تک جتنی کمیٹیاں بنی ہیں، اس ہاؤس سے، اس طرف سے اپوزیشن سے کوئی بندہ شامل نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بلیدی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): جناب اسپیکر! میں اس پرہاؤس کو معلومات دینا چاہ رہا ہوں۔ سردار صاحب نے بڑی تفصیل سے بات کی۔ ہمارے معزز ارکین نے بھلی کے حوالے سے جواباتیں کی ہیں، اُسمیں وہ سو فیصد درست ہے۔ بلوچستان میں بھلی کے معاملات روز بروز گھبیر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور یہ نہ صرف ایک علاقہ میں بلکہ ہر جگہ یہ suffer کر رہے ہیں بلکہ پورا بلوچستان اس سے متاثر ہے۔ ابھی جو ہماری حکومت نے بھلی کے حوالے سے جو اقدامات کئے ہیں سردار صاحب کے علم میں ہو گا۔ کہ فیڈرل منسٹر صاحب ایک یادوتاری خ کو بلوچستان تشریف لارہے ہیں۔ جو بلوچستان میں وفاقی issues ہیں، ان پر یہاں بات چیت کریں گے۔ اس حوالے سے ہمارے کیسکو چیف کے ساتھ تفصیلاً میٹنگ ہو گئی ہے۔ اُس میں کچھ issues ہیں، جو اصل معاملات جو ہماری سمجھ میں ابھی تک آئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ کیسکو کی طرف سے سُست روی، اُن کی جانب سے کرپشن اور اُن کی جانب سے جو معاملات آرہی ہیں، اُن کی وجہ سے یہ issues جو ہیں روز بروز گھبیر ہوتی جا رہی ہیں۔ اس میں گورنمنٹ آف بلوچستان نے کیسکو سے کہا ہے کہ ابھی تک بلوچستان کے 29 ہزار ٹبوں ویلوں کے قریب سب سیڈ اائز ہیں، صوبائی اور وفاقی حکومت اس کو lookafter کر رہی ہے اب مسئلہ یہ ہے ایک تو کیسکو جو proper metering نہیں کرتی۔ اُن کے الکار ہیں بلوچستان کے ہر جگہ وہ properly billing نہیں کرتے۔ اور اُن کی وجہ سے پھر یہ بہانہ بناتے ہیں کہ جی بلوچستان میں billing نہیں ہوتی۔ تو ہم نے یہ کیا ہے کہ بلوچستان کے DC's ہیں اُن کو لکھا ہے کہ وہ ہمیں فوری طور پر جو ٹرانسفر مرز ہیں، اُن کو Identify کریں۔ اور اُن کو بتا دیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے ایسے ٹبوں ویزوں کے حوالے ہو چکے ہیں، اُن کی جگہ پر وہ غلط billing کر رہے ہیں نمبر 1۔ اُس پر تقریباً ہم نے دس دن کی ڈیل لائی دی ہے، دس دنوں میں ایک روپرٹ complete ہو جائیگی۔ اور گورنمنٹ آف بلوچستان اُس کو لے کے کیسکو کے ساتھ بات کر لے گی۔ دوسری بات پوری دنیا ب reverse sites ہیں جو renewable energy metering کی طرف جا رہی ہے۔ بلوچستان میں دو ایسے windy area کے لئے موزوں ہیں۔ ایک تو نوکنڈی، چاغی وغیرہ جہاں اچھا خاصا renewable energy نے کافی میٹنگ کی ہیں۔ ہم انرجی ڈیپارٹمنٹ کے loss کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جی ہم جو ہیں خود فیل صوبہ بن جائیں اور ہماری صوبے کی ضرورت پوری کرنا اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ اور ہم کر سکتے ہیں۔ دنیا میں ایسی companies ہیں، ایسے انرجی کے لوگ ہیں جو یہاں کی ضرورتوں کو meet کر سکتے ہیں۔ اس

حوالے سے ہماری deliberation چل رہی ہیں، جب مکمل ہو جائے تو ہم ہاؤس کو بھی اعتماد میں لیں گے۔ جہاں تک سردار صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے کمیٹی کی۔ کہ اسمبلی سے ایک کمیٹی ہو، جو مشترکہ معاملات کو دیکھے۔ تو اس حوالے سے ہمیں کوئی issue نہیں ہے۔ کمیٹی پیش کرنا ہے۔ اور اس کمیٹی کے through ہم کیسکو سے بات کریں پھر متعلقہ فنڈر صاحب اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں آئیں گے، وہ کمیٹی اس سے مل لے۔ زمینداروں کے معاملات ان کے سامنے رکھیں۔ جو بلوچستان کے بھلی کی genuine معاملات ہیں وہ ان کے سامنے رکھیں تو گورنمنٹ اور اپوزیشن مل کے اس معاملے کو sort out کر گی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ معاملات جلدی sort out ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیسکو چیف کے کوئی دس یا پندرہ دن رہ گئے ہیں، ایک آفسر 15 دن میں ریٹائر ہو رہا ہے اس کے خلاف کیا کارروائی کریں گے؟ جو آنے والا آفسر ہو گا جیسے سردار صاحب نے آپ کو گارنٹی دی۔ اس حوالے سے ہم سب کوشش کریں گے کہ ایک بہتر اور موزوں شخص آئے جو بلوچستان کے معاملات کو سمجھے اور ان کو حل کرے شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ سردار نند صاحب کی تجویز بڑی معقول ہے اگر اس طرح کمیٹی بن جائے جو ہمارے صوبے بلوچستان کے issues ہیں فنڈر گورنمنٹ سے متعلق، ان سے وہ کمیٹی کے متعلق بات کریں اور مسائل ایک احسن طریقے سے حل ہو جائیں تو اس میں بلوچستان کے عوام کے لئے بہت اچھی بات ہو گی اور یہ اقدام فائدہ مند ہو گا۔ اور جہاں تک پانی کا مسئلہ ہے کوئی شہر کا تو یہ تقیناً میں نے عوام کو دیکھا ہے کہ وہ بوند بوند پانی کے لئے ترس رہے ہیں۔ تو میں چیئر کی طرف سے اپنے سیکرٹریٹ کو یہ پابند کرتا ہوں کہ ایک لیٹر متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو ٹھیک دیں کوئی بھی کے جتنے بھی ٹیوب ویز ہیں ان کے ہم لوگوں کو یہ بتا دیں کہ کتنے ٹیوب ویز ہیں، کتنے بند ہیں اور کتنے کام کر رہے ہیں اور جو بند ہیں وہ کیوں بند ہیں ان کا کیا مسئلہ ہے جو یہ لوگ ان کو start نہیں کر رہے ہیں؟ تو یہ سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ لیٹر جانا چاہیے۔ اب آتے ہیں وقفہ سوالات کی طرف۔

انجینئر فضل آغا صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 46 دریافت فرمائیں۔

☆ 46 انجینئر سید محمد فضل آغا، رکن اسمبلی 3 مئی 2019 کو مذکور شدہ

کیا وزیریحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، صوبہ کے مختلف سرکاری ہسپتاں، ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتاں، ڈسپینسریز، بنیادی مرکزیت اور دیہی مرکزیت میں تعینات ڈاکٹروں کی کل تعداد کس قدر ہے ان کے نام مع ولدیت، تعلیمی تابعیت اور جائے تعینات کی تفصیل دی جائے نیز گزشتہ پانچ سالوں کے دوران مذکورہ سرکاری ہسپتاں، ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتاں، ڈسپینسریز، بنیادی مرکزیت اور دیہی مرکزیت کیلئے ادویات کی خریداری کی

مد میں مختص کردہ رقم کی سال وار تفصیل اور ان ہپتا لوں اور مرکز صحت کو سالانہ وار کے حساب سے فراہم کی جائیوالی ادویات کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

صوبہ کے مختلف سرکاری ہپتا لوں، ضلعی ہیڈ کوارٹر ہپتا لوں، ڈسپنسریز، بنیادی مرکز صحت اور دیہی مرکز صحت میں تعینات ڈاکٹروں کی کل تعداد ان کے نام مع ولدیت تعلیمی قابلیت جائے تعیناتی اور جائے سکونت نیز گزشتہ پانچ سالوں کے دوران ضلعی ہیڈ کوارٹر ہپتا لوں کو ادویات کی خریداری کی مد میں مختص کردہ رقم کی سال وار تفصیل مختینم ہے لہذا اسمبلی لا بہریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! میں اپنے معزز ساتھی اور دوست، ہمیں تو یہ کہہ دیا کہ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اب جواب میں کچھ پڑھنے کو ہوتا ہم پڑھیں، ایک پلنڈا انہوں نے انکے ہاتھ میں تھما دیا ایک میرے ہاتھ میں بھی تھما دیا لیکن میں نے تو دو تین بندوں کے ساتھ بیٹھ کے اس کے خوف سے dissection کئے ہیں اسکے پاس انکو time ہی نہیں ملا ہوگا۔ یہ ہمارے سیکرٹریٹ والے اتنے اسٹاد ہیں کہ وہ جو سوال پوچھا گیا اُس کے متعلق ایک دو ڈسٹرکٹس کی تو انہوں نے details دے دیئے باقی جو کاغذ انکو ففتر میں ملا وہ لگاتے گئے اور پلنڈا بڑا بن گیا۔ تو میں نے اُس کی ایک details نکالی ہیں وہ کاپی آپ کو میں نے بھجوادی ہے میر صاحب اُس کو ذرا پڑھ لیں یہ جو میری طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اس سوال میں یہ ساری چیزیں کاپی ہیں۔ اب میں نے ان سے پوچھا تھا، کہ مجھے بتایا جائے اور یہ سوال کوئی آٹھوں مہینے پہلے ہوا تھا کہ صوبے کے مختلف سرکاری ہپتا لوں، ضلعی ہیڈ کوارٹر، ڈسپنسریز، بنیادی مرکز صحت، اور دیہی مرکز صحت میں تعینات ڈاکٹروں کی کل تعداد کس قدر ہے ان کے نام مع ولدیت، تعلیمی قابلیت، اور جائے تعیناتی کی تفصیل دی جائے۔ نیز گزشتہ پانچ سالوں کے دوران مذکورہ سرکاری ہپتا لوں ضلعی ہیڈ کوارٹر ہپتا لوں، ضلعی ہیڈ کوارٹر، ڈسپنسریز، بنیادی مرکز صحت، اور دیہی مرکز صحت کیلئے ادویات کی خریداری کی مد میں مختص کردہ رقم کی سال وار تفصیل اور ان ہپتا لوں اور مرکز صحت کو سالانہ وار کے حساب سے فراہم کی جانے والی ادویات کی تفصیل دی جائے۔ اب اگر آپ اس کو تفصیل سے دیکھیں، نصیب اللہ بھائی بھی دیکھیں میں نے انکے لئے بہت آسان کر دیا ہے۔ ان میں صرف سبی، ڈاکٹر ز کے حوالے سے صرف سبی اور زیارت کی تفصیل دی گئی باقی سارے فالتوں کا غذ لگے ہوئے ہیں۔ جو کے ہنڈ شنڈ ہے۔ کہیں ڈاکٹروں کی list ہے کہیں دوائیوں کی list ہے۔ اور ادویات کی تو کوئی تفصیل انہوں نے دی نہیں۔ تو میں نے اور work کر کے ایک چھوٹا سا

کاغذ بنا لیا ہے اور نصیب اللہ بھائی آپ اُس میں نہ دیکھیں اُس میں کچھ نہیں ملے گا میں نے ساری لسٹیں ڈھونڈے ہوئے ہیں۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ نصیب اللہ بھائی میں نے جو نوٹ دیا ہے میں نے آپ کے سیکرٹری کو بھی دیا ہے۔ اُس نوٹ کو پڑھ کے اُس کے ساتھ انکود و بارہ کہیں کہ یہ تفصیل پوری دی جائے۔ اس سوال کا مقصد کیا تھا؟ جناب اسپیکر! کہ ہمارے ہاں ڈاکٹر زتو بے حساب بھرتی ہیں لیکن کسی بھی DHQ میں کسی ڈپنسری میں کسی ہسپتال میں کسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال میں اگر 21 ڈاکٹر ہیں تو مشکل سے دونین available ہوتے ہیں۔ تو میں نے اس لئے کیا تھا کہ یہ تھوڑا alert ہو جائیں کہ پورے بلوچستان کو overall میں صرف پیشین کیلئے نہیں محدود کیا اس لئے کہ تھوڑی جو، ہماری صوبہ ہے ہمارا گھر ہے میرے لئے گواہ اور پیشین کا کوئی فرق نہیں ہے۔ بارکھان اور چین کا کوئی فرق نہیں ہے تو سوال اس لئے کیا گیا تھا اور اس سوال میں چھ مہینے لگے۔ اور اُس کے بعد انہوں نے جواب مرتب کیا اس میں صرف سبی اور زیارت کے کچھ تفصیل دی گئی ہے وہ بھی ڈاکٹروں کے حوالے سے باقی کچھ بھی نہیں دیا گیا کہیں ڈاکٹرز کی list لگی ہوئی ہے کہیں کچھ لگا ہوا ہے۔ اور یہی میں نے سوال کیا تھا کہ ادویات کل کتنے ہیں اُن کی کل amount کتنی ہے سالانہ پھر اُس کی distribution کیا ہے سوال کیا تھا Hospital wise, Dispensary wise دیکھی علاقہ۔ اُس کا مطلب یہ تھا systemize کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب! منظر کو موقع دیں تاکہ اس پربات کریں۔

انجینئر سید محمدفضل آغا: پہلے میری گزارش سن لیں تاکہ آپ بھی سمجھ لیں ہاؤں بھی سمجھے اُس کے سمجھ میں بھی آجائے۔ ابھی تک تو انکے سمجھ میں بات نہیں آئی۔ میری گزارش نصیب اللہ بھائی ایک منٹ، میں آپ کو time دوں گا آپ آئے ہو میرے مطلب یہ تھا کہ اگر پیشین میں ہے تو بتایا جائے کہ یہ جو ڈپنسریز ہیں یہ BHUs ہیں یہ مرکزی ہسپتال ہیں اس میں اتنے ڈاکٹر ہیں اتنی ادویات ہیں۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: بھائیوں سے کوئی اتنے بڑے بڑے سوال نہیں پوچھتے۔

میر نصیب اللہ مری (وزیر صحت): اتنا مبارکہ ہے میں آپ کو دونگا میرا۔۔۔ (مداخلت)

انجینئر سید محمدفضل آغا: آپ میری گزارش سن لیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سوال کو سمجھا جائے۔

وزیر صحت: اتنا بڑا نہ کریں ایک تکلیف بن جائے۔

انجینئر سید محمدفضل آغا: آپ میری گزارش سن لیں نصیب اللہ بھائی۔ اس سوال کو defer کیا جائے آپ بھی اپنے ڈاکٹروں کو بلا کے table پر آرام سے پوچھیں سختی سے پوچھیں نہ آپ کو یہاں خراب کریں نہ مجھے نہ عوام کی

آنکھوں پر پردہ رکھا جائے۔

وزیر صحت: نہیں آغا صاحب۔ بات یہ ہے سوال کا جواب آپ نے مانگا ہے ہم نے آپ کو دیا ہے تمام جتنے بھی آپ کے ہاسپتالز ہیں شاید آپ نے پیچھے نہیں دیکھا ہے اس میں ایک ایک ہسپتال کا بجٹ ہے۔۔۔ (مداخلت) ایک منٹ میں آپ کو بتاتا ہوں جس میں آپ کے نام یہ جو ہسپتال ہیں آواران کا بھی ہسپتال ہے ڈیرہ گٹھی، گواڑ، ہرنانی اور جعفر آباد ہیں۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: اختر حسین لانگو صاحب! آپ دونوں بیٹھ جائیں۔ آغا صاحب کو موقع دیں۔۔۔ (مداخلت)
میرا ختر حسین لانگو: آواران سے شروع کرتے ہیں آواران کے ہاسپتال میں ڈاکٹرز کی تعداد ہمیں بتا دیں تو تفصیلات پوچھی ہیں وہ بتا دیں۔

وزیر صحت: نہیں نہیں جو بجٹ تھا اس کا میں حوالہ دے رہا ہوں۔ جو ڈاکٹرز تھے۔۔۔ (مداخلت)
میرا ختر حسین لانگو: ڈاکٹرز کی تعداد ہمیں بتا دیں، دوائیوں کی مقدار ہمیں بتا دیں کہ کتنا کس سال میں آپ نے کتنی دوائیاں دی ہیں۔ آپ نے آواران سے شروع کیا ہمیں آواران کی تفصیل دے دیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: آپ ہنس رہے ہوئے نے تو آپ کے لئے آسان کیا ہے۔
وزیر صحت: نہیں نہیں آغا صاحب۔ جواب تو آپ کو یہ ہسپتا لوں کی list ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: بھائی یہ جواب نہیں ہے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: لانگو صاحب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر صحت: جو بجٹ کا تھا وہ ہم نے دے دیا ہے کہ فلاں سال میں اتنا پیسہ آیا ہے تقریباً 2014ء سے لیکر 2018 تک ہم نے آپ کو ایک ایک کا وہ دے دیا ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: نہیں نہیں ایک ایک کا نہیں دیا ہے ابھی آپ دیکھ لیں یہ جو list ہے اسکیم ہے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: آغا صاحب! آپ نے پچھلے صفحات میرے خیال سے نہیں پڑھے ہیں اُن میں details دی ہوئی ہیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: آپ پڑھ لیں تو آپ سمجھ میں آ جائیگا میں نے تو سارے نکال کے دیکھے کیسے نہیں پڑھے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: ویسے بھائیوں سے اتنے بڑے سوال لوگ نہیں پوچھتے جتنا آغا صاحب آپ نے

پوچھا ہے۔

وزیر حکومت صحت: ایک تو اسپیکر صاحب! آغا صاحب نے بھی اتنا کھنچا ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: ہاں تو یہ بات اب آگئی۔ آغا صاحب نے اتنا کھینچا ہے۔۔۔
(بہت سے اراکین ایک ساتھ بولتے رہے)
وزیر صحت: یہ 2014ء سے لیکر 2018ء تک۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اپسیکر! پہلے page list of Doctors DHQ Sibi پر ہے اب سبی کیلئے انہوں نے ڈاکٹر زکی ہمیں list ادا دی ہے کہ ڈاکٹر کا نام فلاں ہے یہ BHU کڑک میں ہے یہ فلاں میں ہے بوسٹانزی میں ہے فلاں میں ہے سبی کی list آگئی۔ اچھا اس کے بعد میڈیسین سبی کی list آگئی ہے یہ اس میں لگا ہوا ہے۔ اس کے بعد آگے چلیں میڈیسین کی list ادا وہ زیارت کا وہ بھی آگئی ہے اس کے بعد آگے چلیں سبی اور زیارت کو چھوڑیں تو ایسے انت شدٹ اُٹھے سیدھے انہوں نے ورقے لگائے ہیں میں نے کہا تین دن میں نے اور دو اور انجینئر زبیڈہ کے ساتھ لگائیں ہیں تو ایسے تو نہیں ہے flag کئے ہیں سارے تو میری گزارش نصیب اللہ جہاں سے یہی ہے کہ ہمارا اور آپکا moral اور مقصد ایک ہے کہ معاملات کو streamline کیا جائے انکو میٹھا یا جائے انکو دوبارہ پکڑایا جائے district wise مچھے تمام ہسپتال، ڈپنسریز، BHUs کی list with doctors کیا جائے میں یہ عرض کر رہا ہوں میں تو زیادہ تنگ کرنے کی بات تو نہیں ہے کوئی سالانہ دیا جائے، میں یہ سالانہ with medicines بھر مانہ لگا رہا ہوں۔

وزیر صحت: چلوا گلے اس میں دے دیں گے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: ہاں یہ بات۔ اگلی بار details سے دو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: انجینئر سید محمد فضل آغا صاحب آپ اپنا سوال نمبر 150 دریافت فرمائیں۔

میرا ختر حسین لانگو: جناب اپسیکر! کہ ڈیپارٹمنٹ اس طرح اس ایوان کا وقت ضائع نہیں کریں جو سوال ان سے پوچھا جاتا ہے اس سوال کی روح کے مطابق اس ایوان کو جواب دیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ سوال جو اگلے اجلاس کیلئے یقین کیا جاتا ہے۔ جی فضل آغا صاحب آپ اپنا سوال نمبر 150 دریافت فرمائیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: شکریہ ہی۔ Question No 150۔

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

150☆ انجینئر سید محمد فضل، آغا کن اسمبلی: 3 مئی 2019 کو موخر شدہ

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دور حکومت میں سول ہسپتال کوئٹہ کیلئے سینٹرل ہیلینگ کو نگ سسٹم کی خریداری کی گئی تھی۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ سسٹم کی خریداری پر کل سقدر لاغت رقم خرچ کی گئی نیز کیا مذکورہ کو نگ سسٹم سول ہسپتال میں نصب کیا گیا اور یہ اب تک صحیح حالت میں کام کر رہا ہے تفصیل دی جائے۔

وزیر صحت:

حکومت بلوجستان مکملہ صحت نے سابقہ دور حکومت میں صوبائی سند بین ہسپتال کوئٹہ میں سنٹرل کو نگ سسٹم کی مد میں کوئی خریداری نہیں کی ہاں البتہ 2005 میں تنصیب شدہ سینٹرل کو نگ ہیلینگ سسٹم جو کہ صرف امراض قلب میں لگائی گئی تھی کی مرمت کی مد میں مبلغ 800,000 روپے فراہم کئے جو کہ خرچ ہوئے اور صحیح حالت میں کام کر رہا ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: چلیں جی جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اس میں جناب والا! میں نے سوال کیا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دوران حکومتوں میں سول ہسپتال کوئٹہ کے سنٹرل ہیلینگ اور کو نگ سسٹم خریدی گئی تھی۔

-- (مداخلت) ایک منٹ آواز نہیں آرہی وہ تو میر صاحب نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سپیکر سسٹم صحیح ہو۔ کیا کو نگ ہیلینگ سسٹم کیلئے کوئی مشین خریدی گئی ہے اگر نیز اس سوال کا جواب ثابت میں ہے تو مذکورہ سسٹم کی خریداری پر کل سقدر لاغت خرچ کی گئی ٹھیک ہے؟ خریداری پر کس قدر لاغت خرچ کی گئی نیز کیا مذکورہ کو نگ سسٹم ہسپتال میں نصب گیا ہے اور یہ اب تک صحیح حالت میں کام کر رہا ہے بھی ہے یا نہیں۔ تو جواب میں آیا ہے کہ حکومت بلوجستان میں سابقہ دور حکومت میں صوبائی سند بین ہسپتال کوئٹہ کو نگ سسٹم میں خریداری نہیں کی گئی ہے۔ ہاں البتہ 2005ء میں نصب شدہ سنٹرل کو نگ سسٹم جو صرف امراض قلب میں لگایا گیا کی مرمت کے مد میں آٹھ لاکھ روپے خرچ کئے ہوئے ہیں۔ اور صحیح حالت میں کام کر رہا ہے۔ یہ انکا جواب ہے اب اس میں میر صاحب کو تنگ نہیں کرنا چاہوں گا اور سوال تو یہ بتا ہے کہ یہ مشین پھر کب خریدی گئی تھی اور کہاں سے خریدی تھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں یہ جواب میرے خیال سے تسلی بخش ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: نہیں سوال تو کلا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ویسے پڑھ کر تقریر کی اجازت۔

وزیر صحت: آغا صاحب! ایک تو ہم نے جواب دیا ہے کیا آپ اس جواب سے مطمئن نہیں ہیں؟ -- (مداخلت)

انجینئر سید محمد فضل آغا: چلوٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 112 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: Question No 112

وزیر صحت: جواب پڑھا ہو اتصور کیا جائے۔

☆ 112 جناب نصراللہ خان زیرے، رکن اسٹبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حال ہی میں ڈاکٹرز اور نرسز کی کنٹریکٹ کی بنیاد پر تعیناتیاں عمل میں لائی گئی ہیں۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو ان ڈاکٹرز اور نرسز کے نام مع ولدیت، گریڈ، جائے تعیناتی اور لوکل/ڈومیسائیل کی ضلع وار تفصیل دی جائے۔ نیز کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت کنٹریکٹ کی بنیاد پر مزید ڈاکٹرز اور نرسز تعینات کرنے کا اردہ رکھتی ہے تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

کنٹریکٹ کی بنیاد پر تعینات کردہ ڈاکٹرز اور نرسز کے نام مع ولدیت، جائے تعیناتی اور لوکل/ڈومیسائیل کی ضلع وار تفصیل ضخیم ہے لہذا اسٹبلی لا بھری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! میں یہاں سوال کیا تھا کہ کتنے ڈاکٹرز کو انہوں کنٹریکٹ کی بنیاد پر لیا ہے۔ بتایا غالباً یہ ہے کہ میل 166 ڈاکٹرز ہیں، فی میل 132 ہیں ڈینٹل سرجنز 46 ہیں یہ 344 ہو گئے۔ اور اسٹاف نرس 141 ہیں۔ تو منظر صاحب ازراہ کرم بتائیں گے کہ ان میں سے کتنے ڈاکٹرز وہاں ڈیلوپر موجود ہیں یا پرانہ والا حساب ہے کہ ڈیلوپر نہیں جا رہے ہیں۔

وزیر صحت: جناب اسپیکر! جیسے ہمارے معزر کرنے کہا ہے اس میں جتنے بھی ڈاکٹرز نہیں گئے ہیں، ہم نے وہ کنٹریکٹ والوں کو، انکو terminate کیا ہے آج بھی ان میں سے کافی ڈاکٹرز آج ہی میں ان میں terminate کیا جو ہسپتال میں duty پڑھیں تھے۔ لیکن اس time ہمارے بلوچستان کے تمام جو اللہ کی مہربانی اکٹر ڈسٹرکٹوں کے، جوڑوب سے لیکر لوار الائی، کوہلو، operation theatre فعال ہیں، وہاں پر سرجن آپریشنز بھی کر رہے ہیں اور مزید ہم نے دوسرے صوبوں سے بھی یہ کیا ہے کہ ہم ڈاکٹرز لے رہے ہیں وغیرہ کیونکہ انکی کمی ہے۔ کیونکہ بلوچستان میں ہم نے تین دفعہ اخباروں میں دیا ہے کوئی بلوچستان کے لوگ ہیں تو ہم دوسرے صوبوں سے بھی لے رہے ہیں اور اللہ کی مہربانی سے پہلے سے بہت بہتر ہو گیا ہے ڈاکٹروں کی جیسے زیرے صاحب نے کہا یہ صحیح ہے پہلے جو ہمارے ڈاکٹرز duty نہیں دیتے تھے

اس میں بہتری آئی ہے کہ contract ڈاکٹر duty دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔ زیرے صاحب۔

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: جناب اسپیکر! منظر صاحب نے کہا کہ بلوچستان میں لوگ نہیں ہے کیا بلوچستان میں servecs کرنے کیلئے لوگ نہیں ہیں کیا کام بآہر سے لوگوں کو لیکر آئے ہیں؟

وزیر صحت: میڈم ہم نے تین دفعہ اخبار میں دیا ہے جو ڈاکٹر ز آئیں ہیں ہم نے انکو لیا ہے اب ڈاکٹر آتے نہیں ہیں ہم نے اس time پانچ لاکھ سے سات لاکھ تک ایک surgeon, gynecologist کو تختواہ بھی دے رہے ہیں وہ آہی نہیں رہے ہیں اس میں ہمارا قصور تو نہیں ہے وہ بلوچستان میں نہیں ہیں ہیں شاید لوگ آہی نہیں رہے ہیں جو private clinic پلا رہے ہیں شاید انکو زیادہ مل رہا ہے وہ apply ہی نہیں کر رہے ہیں اس وجہ سے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ جی زیرے سوال آپ اپنا سوال 140 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! Question No 140

وزیر حکومت صحت: جواب پڑھا ہو والصور کیا جائے۔

☆ 140 جناب نصراللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 2018-19 کے بجٹ میں کینسر ہسپتال کی تعمیر اقیام کیلئے رقم مختص کی گئی ہے

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو کل سقدر رقم مختص کی گئی ہے اور مختص کردہ رقم میں سے اب تک سقدر رقم جاری کی جا چکی ہے نیز مذکورہ ہسپتال جس جگہ تعمیر اقامت کی جاری ہے کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

(الف/ب) یہ درست ہے کہ محکمہ صحت حکومت بلوچستان نے انتک کوششوں / کاؤشوں سے کینسر ہسپتال کی تعمیر کے قیام کیلئے مالی سال 2018 کے بجٹ میں دو (2) ارب روپے مختص کیے جن میں سے اب تک کوئی رقم جاری نہیں کی گئی ہے۔ جہاں تک ہسپتال کی جگہ کے تعین کا سوال ہے اس سلسلے میں محکمہ صحت نے اس مخصوص ہسپتال کیلئے پرانی سبزی منڈی افروٹ منڈی میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی کوشش ڈال پہنچ اتحاری نے اجازت نہیں دی اس کے علاوہ محکمہ صحت کے پاس دیگر انتخاب موجود ہے جس کیلئے کوششیں کی جاری ہیں اس میں بالخصوص شیخ زید ہسپتال سریا ب روڈ کوئٹہ کی تجویز زیر غور ہے علاوہ ازیں اپنی روڈ کے احاطہ میں زمین بھی کینسر ہسپتال کیلئے زیر غور ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل کے علاوہ محکمہ صحت نے اس مخصوص ہسپتال کے قیام کیلئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے

اس کمیٹی کے ارکان نے شوکت خانم میموریل ہسپتال لاہور کا دورہ بھی کیا اس دورے کے دوران ہسپتال کے ماہرین سے تفصیل گفتگو اور معلومات حاصل کر کے مکمل صحت کے ساتھ مل کر ایک تجویز پیش کی کہ ہسپتال کے ماہرین کی ٹیم باقاعدہ طور پر دورہ کر کے مزید تعاون کرنے کی پیشکش کی۔

جناب نصر اللہ خان زیری: جناب اپنے question یہ ہے یہ کینسر ہسپتال سے متعلق میں نے raise کیا ہے۔ سننے میں یہ آ رہا ہے کہ کیا جناب منسٹر صاحب درست ہے کہ پچھلے سال پی ایس ڈی چیمیں کینسر ہسپتال کے لیے 2 ارب روپے رکھے گئے تھے اور اس سال اس کو کم کر کے ایک ارب روپے رکھا گیا ہے۔ جی اس کا جواب آپ دے دیں پھر دوسرا question کروں گا۔

وزیر صحت: اس میں سر! یہ ہے کہ پچھلے سال 2 ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن کینسر ہسپتال کا ابھی تک کام start نہیں ہوا ہے۔ ابھی جو میں پرائم منسٹر صاحب سے ملا ہوں انہوں نے اپنا ایک ٹیم بھیجا ہے بہاں انہوں نے آ کے زمین بھی دیکھی، کینسر ہسپتال ہم بنا کیں گے اس کے لیے پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ ابھی دو تین جگہ پر ہم نے ابھی بھی QDA والوں سے بات کی ہے کہ ایک جگہ پر ہم نے زمین پسند کی لیکن وہ زمین ہمیں نہیں مل رہی ہے اس کے لیے ابھی فیڈرل گورنمنٹ ہمیں دے رہا ہے پیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ اُسی طریقے سے یہ بنے ہمارے پاس زمین بھی موجود ہے وہ فیڈرل گورنمنٹ ہمیں ہاسپتال دے رہا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیری: ضمنی سوال میں ایک کروں گا جناب اپنے صاحب! چونکہ کینسر ہسپتال بڑا وہ ہے کہ ہمارے بہت سارے مریض باہر جاتے ہیں، کراپی، شوکت خانم لاہور بیچارے وہاں اُن کا علاج ہوتا یا نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ 2 ارب روپے تھے یہ بروقت استعمال نہیں ہوئے۔ ابھی جو یہ 1 ارب روپے رکھا گیا ہے۔ ابھی سننے میں یہ آ رہا ہے کہ جو شیخ زايد ہسپتال ہے اُس کے ساتھ ہی کوئی نئی بلڈنگ بنائی جا رہی ہے۔ اور نئی مشنری کی خریداری ہو گی تو یہ ایک ارب روپے بلڈنگ پر لگے گا اس پر مشینری کی خریداری ہو گی اور ابھی تک اس کا کوئی PD بھی مقرر نہیں ہوا ہے۔ تو یہ بہت سارے حساس معاملات ہیں کینسر کا وہ ہے۔ بہت سارے ہمارے سینکڑوں مریض ہیں بیچارے تو اس حوالے سے منسٹر صاحب یقین دہانی کرائیں کہ اس پر فوری طور پر اگر کام شروع ہو سکے۔

وزیر صحت: اس میں سر! یہ ہے شیخ زايد والا بجیر بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ شہر کے اندر بھی ہمارے پاس جو زمین کا میں نے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ ہمارے پاس جو یہ کینسر ہسپتال ہے ایک بہت بڑا ہسپتال ہے اس پر کافی خرچہ آئے گا۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ دے رہا ہے اس لیے ہم نے کہا کہ وہ ہمیں کینسر ہسپتال اور ان کا تمام اخراجات وغیرہ اُس سے بات چیت چل رہا ہے وہ PC1 وغیرہ تیار ہو رہا ہے۔ تو اس میں اگر مشینری کی ضرورت

ہو گی تو ہم لے آئیں گے البتہ ہم نے اس لیے رواکا ہوا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ ہمیں دے رہا ہے اُس پر کام اسٹارٹ ہو گا پھر اس پر دیکھیں گے۔ تو پیسے رکھے ہوئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے پچھلے دفعہ بھی پیسے رکھے ہوئے تھے اس دفعہ بھی پیسے اُسی طرح رکھے ہیں۔ تجویز ہے کہ شیخ زاید میں بنائیں اُس پر کام ہو رہا ہے دیکھتے ہیں جب رپورٹ آئے گا تو اُس پر میں آپ کو جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں شکریہ۔ جی اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں ایک انتہائی اہم حساس معاملہ ہے، اس وقت بڑی تیزی سے یہ بیماری بلوچستان میں پھیل رہی ہے۔ اور بہت سارے لوگ یہ afford نہیں کر سکتے ہیں کہ کراچی یا لاہور جا کے اپنا علاج کرائیں۔ ہر روز تقریباً خضدار کے علاقے میں میرا خیال میں کوئی مہینہ یا پندرادن نہیں گزرتے کوئی کینسر کا مریض نہیں ہوتا۔ تو پیسے پڑھے رہنے سے اُن کو شفافیتیں ملے گا۔ اس پر جتنا بھی ممکن ہو سکتا ہے جلد از جلد عمل درآمد کرانا چاہیے۔ اور اس پر کام ہونا چاہیے تھا کہ اپنے لوگوں کو مستفید کر سکیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

وزیر صحت: سر! اس میں ہم نے کینسر وارڈ بھی بنایا ہے ابھی اُس پر کام بھی ہو رہا ہے۔ اس time جو ہے ہمارا وارڈ مریضوں سے بھرا ہوا ہے اس وقت کام چل رہا ہے یہ نہیں ہے رکا ہوا ہے۔ ابھی بھی آپ جاسکتے ہیں جو ہمارے یہ ہسپتال کے اندر ڈاکٹر زاہد صاحب اُس پر کام بھی کر رہے ہیں ایک وارڈ پورا بھرا ہوا ہے یہ نہیں ہے کہ مریضوں کو ہم چھوڑ رہے ہیں اُس پر علاج ہو رہا ہے۔

جناب اصغر علی ترین: میر ایک سوال ہے اوزیر صاحب سے کہ اربوں روپے کی بات کر رہے ہیں کہ پڑے ہوئے ہیں لیکن جو بھی میریض کینسر کا ہاپسٹیل جاتا ہے جو اُس کی ادویات ہیں جو اُس کی انجکشن ہیں وہ مریضوں کو مہیا نہیں ہیں جب بھی پوچھا جاتا ہے آپ کے سیکرٹری صاحب سے میں نے بات کی ہے آپ کا ایک اور ذمہ وار ہے وہاں اُن سے بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ shortage ہے مہینے کے بعد آئے گی میں نے آپ کو اور آپ کے سیکرٹری سے بھی ریکوٹکی 10 دفعے اس چیز کو کم سے کم آپ یقین بنا لیں کہ جو میریض کینسر کے آپ کے پاس آ رہے ہیں تو کم سے کم انکو ادویات اور انجکشنز وغیرہ تو میں بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

وزیر صحت: سر! اس میں علاج بھی ہو رہا ہے جیسے ترین صاحب نے کہا یہ بالکل صحیح ہے کہ کچھ دو ایسا ہمارے پاس نہیں ہیں اُن کا بھی ہم نے انتظام کیا ہوا ہے۔ ابھی یہاں ایک سینار میں جو زیادہ تر کینسر کے مریض ہیں وہاں بھی

ہم بحث رہے ہیں ان کے ساتھ ہمارے ڈاکٹروں کا رابطہ ہے اور اس time ہمارا مسئلہ نہیں ہے کچھ دوایاں جو نہیں آرہی ہیں اس پر time لگے گا تو دوایاں ہمارے پاس پہنچ جائیں گے ہم انشاء اللہ وہ کریں گے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مری صاحب! نماز کے لیے time ہے میں بھی مسلمان ہوں میں بھی نماز پڑھتا ہوں۔

وزیر خزانہ: میں ایک تجویز دوں اس میں پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کے سوال پوچھتے جائیں اور بعد میں نصیب اللہ صاحب سے پوچھیں تو ان کی نماز بھی ہو جائے اور کارروائی بھی جاری رہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں یہ تین چار سوال ہیں جلدی جلدی کر دیں۔ زیرے صاحب سوال نمبر 141 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! سوال نمبر 141۔

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

141☆ جناب نصراللہ خان زیرے، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ ٹرامائنٹر کوئی میں تعینات سینٹر و جو نیٹر ڈاکٹرز کی کل تعداد ان کے نام مع ولدیت، عہدہ، گرید کی تفصیل مع نام انجمن ارج کے دی جائے نیز جنوری 2019 تا تعالیٰ آپریشن کردہ مریضوں کے نام مع ولدیت اور تعداد کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

ٹرامائنٹر میں موجودہ کل 73 ڈاکٹر مختلف شعبوں میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن میں 16 ڈاکٹر ز عارضی (کنٹریکٹ) پر اور 22 ڈاکٹر مستقل بنیادوں پر 24/7 سے ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ جب کہ 45 سپیشلٹ کیڈر کی اسامیاں خالی ہیں جن میں 21 اسامیاں بلوچستان پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ مشترکی گئی تھیں۔ لیکن ٹرامائنٹر کے سخت ترین ایر جنسی سروہنونے اور کوئی بھی اضافی الاؤنس (رسک الانس) نہ ہونے کی وجہ سے صرف 7 ڈاکٹروں نے درخواستیں جمع کرائیں تھیں۔ جن میں سے صرف 1 ڈاکٹر کامیاب قرار پایا جنہوں نے ابھی تک ٹرامائنٹر میں ڈیوٹی دینے میں دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ مزید یہ کہ محکمہ صحت نے سپریم کورٹ کی جانب سے سانحہ، 08 اگست 2016 کی روشنی میں بلوچستان میں پہلی مرتبہ 02 اکتوبر 2016 کو ہنگامی بنیادوں پر ٹرامائنٹر کا افتتاح کیا گیا۔ مورخہ 22 جولائی 2017 کو ٹرامائنٹر کو سندھ یمن صوبائی ہسپتال سے الگ کر کے نیجگاہ ڈائریکٹر کے تحت علیحدہ یونٹ قرار دیا گیا۔ محکمہ صحت کی طرف سے فرائض منصبی (SOPs) مورخہ 03 نومبر 2017 کو جاری ہوا، جس کے تحت ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کو الیاف مدد پوسٹ

گریجویٹ ڈاکٹر زہرا مسینٹر کو 24/7 کو متعلقہ شعبہ جات (نیوروسرجری، ہڈی و جوڑ، جزل سرجری، کان ناک گلہ، امراض چہرہ و جبڑہ (Maxilloficial)، پیڈیز سرجری اور امراض چشم یونٹ) مینیجگ ڈائریکٹر راما سینٹر کو ماہانہ ڈیپٹی روٹر (نظام الاوقات) مہیا کرنے کی ہدایت کی گئی تھی موجودہ حالت میں نیوروسرجری، آرٹھوپیڈیک سرجری، جزل سرجری یونٹ 1 اور یونٹ 17 سے میڈیکل آفیسرز اور پوسٹ گریجویٹ (PGs) 24/7 کے لئے اور کوایغا نڈا کنسٹنٹ کا آن کال روٹر (نظام الاوقات) مہیا کی گئی ہیں اور بقیہ تمام متعلقہ شعبہ جات کی طرف سے آن کال روٹر مہیا کیا جاتا ہے۔ راما سینٹر میں عارضی (کنٹریکٹ) اور مستقل بنیادوں پر تعینات کردہ ڈاکٹر اور محکمہ ہذا کی جانب سے جاری کردہ فرائض منصی (SOPs) نیز جنوری تا 25 فروری 2019 تک کیئے جانے والے چھوٹے اور بڑے آپریشن جن کی کل تعداد 183 ہے کی تفصیل خیم ہے لہذا اسمبلی لاہوری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر! اس میں supplementary question وزیر صاحب فرمار ہے ہیں کہ راما سینٹر کے 37 ڈاکٹر مختلف شعبوں میں اپنے خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ جن میں 16 ڈاکٹر عارضی کنٹریکٹ اور 21 ڈاکٹر مستقل بنیادوں پر ہیں۔ اور مزید فرمار ہے ہیں جناب منشہ صاحب کو کوئی 45 specialist کی اسامیاں خالی ہیں۔

(اس مرحلہ میں جناب احمد نواز بلوچ، چیئرمین نے اجلاس کی صدارت کی)

ویل کم مسٹر چیئرمین! وزیر صاحب جب ہم وہاں جاتے ہیں اتنے بڑی تعداد میں ڈاکٹر ہمیں تو نظر نہیں آتے ہیں جس طرح آپ نے جواب میں دیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ نیچے ہم نے اشتہار دیا تھا کوئی ڈاکٹر apply ہی نہیں کر رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ اور صرف ایک ڈاکٹر نے apply کیا ہے 7 نے کیا تو اس میں صرف ایک ڈاکٹر پیلک سروں کمیشن کے ذریعے کامیاب قرار پایا ہے۔

وزیر صحت: جناب چیئرمین صاحب! یہ جو ہمارے زیرے صاحب نے کہا بالکل صحیح ہے اس میں ڈاکٹر زکی کی ہے ہم نے ابھی پیلک سروں کمیشن کو دیا ہوا ہے اس میں ڈاکٹر نہیں آرہے ہیں تو 7 ڈاکٹر آئے اُس میں ایک پاس ہو گیا ابھی تک ڈاکٹروں کا وہی کیس پیلک سروں کمیشن میں پڑھا ہوا ہے ابھی دوبارہ ہم کنٹریکٹ پر دیا ہے کہ ڈاکٹر آئیں گے تو ہم کنٹریکٹ پر بھی لینے۔ ڈاکٹر آہنی نہیں رہے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب چیئرمین! یہ راما سینٹر میں آپ کا سی ٹی سکن پڑا ہوا ہے وہاں بھی جو بندے کام کر رہے ہیں وہ مستقل نہیں محس 14 ہزار روپے پر یکمینیشن کام کر رہا ہے۔ تو کم از کم یہ دو تین بندے تو آپ

مستقل کر دو جو وہاں کام کر رہے ہیں سی ٹی سکن کے ٹریما سینٹر میں جو ٹیکنیشن ہیں۔ وہ کنٹریکٹ پر آپ نے لگائے ہیں بیچاروں کو 14 ہزار روپے مل رہا ہے یہ تو بڑی خلاف ورزی ہے انکو آپ مستقل کر دیں۔
جناب چیئرمین: آپ چیئر کو مخاطب کریں زیرِ صاحب۔

وزیر صحت: یہ میرے علم میں نہیں ہے کہ 14 ہزار دیسے ابھی جو ہم کنٹریکٹ پر ڈاکٹروں کو رکھ رہے ہیں انکی double تنوایہ ہیں جو ہمارے سابقہ میڈیکل آفیسر کی اگر تنوایہ 70 ہزار ہے تو اُس کا ڈیڈھ لاکھ روپے ہے۔ یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ چیک کروں گا۔

جناب نصراللہ خان زیرِے: جناب چیئرمین! ایک اور ضمنی question ہے۔ ابھی آپ نے اتنے ڈاکٹرز آپ لے رہے ہیں آپ کیوں فارماست نہیں لے رہے ہیں ہر جگہ اس کی ضرورت ہوتی ہے کم سے کم ٹریما سینٹر میں آپ لے لیں جنہوں نے D-Farm کیا ہے۔

وزیر صحت: جناب چیئرمین صاحب! فارماست کا بھی ہم نے بھیجا ہوا ہے پلک سروں کمیشن کو تو پلک سروں کمیشن اُس کو جو اس time teachers کے اُس میں شروع ہے۔ اُس میں جب بھی وہ کرے گا خود فارماست نے کہا کہ ہمارا کیس، میں نے کہا ہم آپ کو کنٹریکٹ پر رکھیں گے لیکن انہوں نے کہا نہیں ہمارا مستقل طور پر ہو جائے جتنی posts ہمارے پاس تھیں ہم نے پلک سروں کمیشن کو دے دیے وہ جب بھی اس کو advertise کرے۔

جناب نصراللہ خان زیرِے: کتنی پوٹھیں تھیں؟

وزیر صحت: اُس میں میرے خیال میں 38 یا 48 تھے۔

جناب نصراللہ خان زیرِے: اتنی کم posts ہیں خدا کو مانو۔

وزیر صحت: ابھی ہماری پوٹھیں یہی ہیں نئی پوٹھیں جب ملیں گی تو۔

جناب چیئرمین: ابھی آپ بحث نہیں کریں آپ چیئر کو address کریں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب چیئرمین! ٹریما سینٹر کی طرف سے گورنمنٹ کو 200 کا کہا تھا۔ جس میں فناں ڈیپارٹمنٹ نے صرف 4 کی approval ملی۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے آپ نوٹ کر لیں۔

وزیر صحت: نہیں اُس میں ہے فارماست چیئرمین! ہم نے بھیجا ہے ابھی فناں منسٹر بھی بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے گزارش کیا ہے سی ایکم صاحب سے ہم نے مینگ بھی کرایا ہے ہماری کوشش بھی ہے کہ اگلی کابینہ مینگ میں اس کو پیش کروں انشاء اللہ۔

جناب چیئرمین: بالکل یہ ایک serious مسئلہ ہے صوبے کا اس کو آپ لوگ serious لے لیں اور اس کے لیے جتنے بھی ہمارے فارماست ہیں ان کے لیے موقع پیدا کریں۔ thank you

وزیر صحت: انشاء اللہ thank you

جناب چیئرمین: جناب زا بدلی ریکی اپنا 158 سوال دریافت کریں۔

حاجی زا بدلی ریکی: Question 158 thank you جناب چیئرمین صاحب!

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 158 میرزا بدلی ریکی، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال واشک کے لئے مالی سال 19-2018 کے بجٹ میں کس قدر رقم مختص کی گئی ہے نیز اب تک جاری کردہ رقم کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحت:

اس ضمن میں تحریری عرض ہے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال واشک زیر تعمیر ہے نہ ہی مذکورہ ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اور نہ ہی کوئی ٹینکنیکل عملہ تعینات کیا گیا ہے چونکہ ہسپتال زیر تعمیر ہے لہذا ادویات کا فنڈ زدی نے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔

حاجی زا بدلی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! ڈا سٹرک ہیڈ کوارٹر واشک میں آج تک DHQ ہاسپیت نہیں ہے پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ کیوں رورہا ہے۔ یہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہے۔ منظر ہیلتھ صاحب اسی وجہ سے آج شکر ہے کہ آپ آمنے سامنے ہیں۔ وزیر اعلیٰ قائد ایوان جام صاحب پتہ نہیں کدھر ہے ہواں میں ہیں گھوم پھر رہے ہیں اسے کیا پتہ ہے کہ کیا ہوا ہے کیا نہیں۔

جناب چیئرمین: آپ چیئرمین کو address کریں۔

حاجی زا بدلی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! میں بات کر رہا ہوں مجھے بات کرنے دیں میرا سوال ہے۔ میں خدا انخواستہ اُس میں کسی پر الزام نہیں لگا رہا ہوں جناب چیئرمین صاحب؟ یہ میں سوال کر رہا ہوں۔ آپ ہیلتھ منٹر ہیں میں نے اس وجہ سے یہ پی ایس ڈی پی اٹھا کے تی ایم صاحب کو دے دیں کہ خدارا آپ نے اس پی ایس ڈی پی میں ضلع واشک میں ہیلتھ اور ایجوکیشن کے لیے کیا دیا ہوا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! قائد ایوان جام صاحب یہاں نہیں ہیں ہر جگہ میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے واشک کو ایک پل دیا ہوا ہے، میں یہاں گردے کا آپ میرا علاج کر رہے ہیں سر کا۔ جناب چیئرمین صاحب یہ 30 کروڑ پی ایس ڈی پی کا آپ اس DHQ

hospital و اشک میں کر لیتا اس کو فعال کر لیتا۔ ہمارے مائیں بہنیں مر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں، جناب منظر ہمیلتھ صاحب آپ آ جائیں و اشک یا آپ کا حق بتا ہے آپ کوکل اللہ پاک کے سامنے جواب دینا پڑے گا کیا جواب دو گے مجھے بتا دو۔ کہ آپ نے کیا کیا ہوا ہے آپ نہ رہے ہیں۔ delivery cases ہے اس گورنمنٹ پر یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ ہماری مائیں بہنیں بیٹھی ہوئی ہیں راستے میں فوت ہو جاتے ہیں shame ہے اس گورنمنٹ پر یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حالت ہے میرے اوپر یہ و اشک کے مظلوموں عوام کے اوپر۔ میرا حق ہے میں بتا رہا ہوں یہ عوام کا حق ہے یہ مظلوموں کا حق ہے۔ آپ مجھے جواب دے دیں۔

جناب چیئرمین: سر! آپ مختصر سوال کریں

حاجی زابد علی ریکی: اب اس ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کیا کرنا ہے۔

وزیر صحت: جناب چیئرمین صاحب! اس time ہیڈ کوارٹر ہسپتال نہیں ہے نہ اس کا جگہ ہے نہ اس کا نڈھ ہے ہسپتال تیار ہی نہیں ہے۔ جو ریکی صاحب نے جو سوال کیا اس میں ابھی تک ہسپتال تیار ہی نہیں ہے ہسپتال تیار ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی اسٹاف نہیں ہے نہ MS ہے اور نہ کوئی اسٹاف ہے اور نہ bnd ہے یہ کوئی نہیں ہے اس میں کچھ نہیں کر سکتے ہیں جب تک وہ بنے گا تو اسٹاف منظور ہو گا۔

جناب نصر اللہ خان زیری: جناب چیئرمین! آپ دیکھیں یہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہے ہمارے دوست نے صحیح فرمایا ہے کہ وہاں کوئی ہاسپیٹ نہیں ہے تو اتنی بیماریاں ہیں گائی کی جو بیماریاں ہوتی ہیں تو کیا کوئی پروگرام ہے حکومت کا کہ وہاں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہاسپیٹ بنائیں آنے والے بجٹ میں۔

وزیر صحت: چیئرمین صاحب! اس دفعہ یہ ہے کہ ہمارے گورنمنٹ نے تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہاسپیٹ تھصیل ہاسپیٹز کا ابھی PC1 تیار ہو رہا ہے ابھی اس پر ہم کام start کریں گے تمام بلوچستان کے۔ ایک و اشک نہیں ہے میرے اپنے ڈسٹرکٹ کے تھصیلوں میں ہسپتال نہیں ہے، بلوچستان کے تمام تھصیلوں میں اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں ہسپتال ہم بنارہے ہیں انشاء اللہ۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب چیئرمین! ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہے اس لیے ہم منظر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہنگامی بنیادوں پر آپ نے کیا کیا ہے وہاں کبھی ایک بہت بڑی آبادی ہے لوگ رہتے ہیں ابھی تو یہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ ہنگامی بنیادوں پر آپ کچھ کریں لیکن بعد میں اگر کچھ بن جاتا ہے۔

وزیر صحت: یہ شاید ریکی صاحب نے اپنے بجٹ میں اس کے لیے نہیں رکھا ہے۔ ہم کوشش کریں گے next کا بینہ میں میں اس کو انشاء اللہ لے آؤں گا۔

حاجی زايد علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! آپ نے مجھے کیا دیا ہے کہ میں رکھوں۔ آپ مجھے کچھ دیتے کہ میں ہاسپیٹل کے لیے کچھ کھدیتا۔

جناب چیئرمین: وہ جواب دے رہے ہیں پہلے آپ بنیٹھیں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب چیئرمین! آپ ہیئت منسٹریہ وضاحت فرمائیں کہ تمام ڈسٹرکٹس لیے آپ کی گورنمنٹ کی کیا پالیسی ہے۔ جونہذرا آپ تقسیم کرتے ہیں کس طرح کریں گے۔

وزیر صحت: آپ کتنے بندے سوال کرو گے۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں آپ سنیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر خزانہ): جناب چیئرمین! اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق آپ صرف 2 ضمنی سوال پوچھ سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ supplementary پوچھ رہے ہیں تو دو ہوں گے۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب چیئرمین! اس وقت پوری دنیا میں خاص کر کے پاکستان میں بھی کچھ ایسے موبائل ہاسپیٹلز ہیں جو بسوں میں پوری مشینری ہوتی ہے ایکسرے کی اڑا ساؤنڈ کی اور باقاعدہ ڈاکٹروں کو بھایا جاتا ہے اور ان علاقوں میں جہاں ہاسپیٹل نہیں ہے ان کا علاج کروا یا جاتا ہے۔ تو ایسے دور دراز علاقے پسمندے علاقے بلوچستان کے اس کے لیے صوبائی حکومت کو ایسے موبائل ہاسپیٹل کا قیام لانا چاہیے تھا اور بندوبست کرنا چاہیے تھا۔

حاجی زايد علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں سابقہ منسٹر کے لیے جام صاحب نے اُس کو 30 کروڑ واشک کے لیے پل دیا ہوا ہے واشک کا پتہ نہیں وہ پل پنجور آپ مہربانی کریں اس پل کو hospital میں اس کو shift کریں۔ کیا ضرورت ہے پل بنانے کا یار مجھے کیا کرنا ہے پل کی روپنگ دیدیں۔

جناب چیئرمین: جی یونس زہری صاحب۔

میر یونس عزیز زہری: جناب چیئرمین صاحب! ہم اس بات پر ہنس رہے ہیں اور مذاق اڑا رہے ہیں کہ واشک کی ہاسپیٹل کی حالت یہ ہے کہ نہ اس میں ڈاکٹر ہے نہ میڈیکل مطلب ہے ایک سال میں ہم پہلے بات کرتے ہیں کہ پچھلی گورنمنٹ میں یہ نہیں ہوا ابھی ایک سال میں ہم بھی پچھلی گورنمنٹ میں آگئے ایک سال سے ہم نے کیا کیا ہے ہم اپنی بھی کارکردگی بتائیں واشک کے لیے ہم نہیں کر سکتے تو دوسرے بھی ہمارے بہت سارے ڈسٹرکٹ ہیں جناب وزیر صاحب کے بارڈی گارڈ کو چھوڑ دیں تو ہم اُن سے بات کریں۔

جناب چیئرمین: آپ چیئرمین کو address کریں۔

میر یوسف عزیز زہری: وزیر صاحب! ہمیں یہ بتا دیں کہ آیا واشک کے ساتھ ساتھ اور ہمارے کتنے ڈسٹرکٹس ہیں جن کی حالت یہ ہے اور ہم بہاں بیٹھ کے ہنستے ہیں۔ کہ جی زادبعلی ریکی صاحب وہ بات کر رہا ہے اور اُس کی باتوں پر ہم مذاق اڑا رہے ہیں یہ حالت ہے ہماری ان چیزوں کو ذرا دیکھنا چاہیے اور ہمیں بتایا جائے کہ جی آگے کے لیے کیا کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک جی ظہور بلیدی صاحب۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! زادبعلی ریکی صاحب کا سوال بالکل اپنی جگہ پر درست ہے اسمبلی کے بعد عید کی چھٹیاں ختم ہو گئیں وہ ہمارے ساتھ بیٹھ جائے نصیب اللہ صاحب ہے میں ہوں ہی ایم صاحب کو بھی ہم convey کریں واشک میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہاسپیٹ کی بہت نخت ضرورت ہے انشاء اللہ ہم اُس کی کیونٹ سے منظوری لینے اور اُس کے لیے پوشیں create کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب زادبعلی ریکی صاحب اپنا سوال نمبر 159 دریافت کریں۔

حاجی زادبعلی ریکی: سوال نمبر 159۔

وزیر صحبت: جواب پڑھا ہو تصور کیا جائے۔

☆ 159 حجاجی زادبعلی ریکی، رکن اسمبلی: 3 مئی 2019 کو موخر شدہ

کیا وزیر صحبت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 19-2018 کے بجٹ میں ضلع واشک کو ایبو لینس کی فراہمی کیلئے کس قدر رقم مختص کی گئی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کل کس قدر رقم مختص کی گئی ہے نیز مذکورہ ضلع کو فراہم کردہ ایبو لینس گاڑیوں کے تعداد کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر صحبت:

(الف) گورنمنٹ آف بلوچستان کی طرف سے مالی سال 19-2018 کے بجٹ میں صحبت واشک کو ایبو لینس کی فراہمی کیلئے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ہے۔

(ب) ضلع واشک مکملہ صحبت کے ایبو لینس گاڑیوں کی تعداد ذیل ہے:

- | | |
|---------------------------------------|--------------------------|
| 1۔ رو ڈبل کیبن ای پی آئی گاڑی۔ 1 عدد۔ | 2۔ ڈبل کیبن ویگو۔ 1 عدد۔ |
| 3۔ سنگل ویگو ای پی آئی۔ 2 عدد۔ | 4۔ ویگو۔ 1 عدد۔ |

- 5۔ ایمبو لینسز۔5 عدد۔ 6۔ ایمبو لینسز سول ہسپتال بسیمہ۔3 عدد۔
 7۔ نیشنل پروگرام کی گاڑیاں۔3۔ عدد۔ 8۔ نسان پک اپ۔1۔ عدد۔
 9۔ خراب گاڑیاں۔5۔ عدد۔

حاجی زابد علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! اس میں گاڑیوں اور ایمبو لینس کی تعداد دی ہوئی ہے یہ ساری ایمبو لینس جناب چیئرمین صاحب دو خراب ہیں ایک پیسمہ ہے ایک واشک ہے آپ کی مشکل میں ہے یہ ساری ایمبو لینس خراب ہیں ہمیلتھ منٹر صاحب نے ایساڈی ایچ او ہاں تعینات کیا ہوا ہے۔ اگر میں بات کروں بس وہ نہ تھا ہے میں کیا کروں جناب چیئرمین صاحب میری بات سنیں ہمیلتھ منٹر صاحب خدارا ایسے آفیسر کو لاںیں ڈی ایچ او واشک کے لیے کم از کم یہ ہاسپٹل یہ ایمبو لینس یہ ہمیلتھ اور ایجوکیشن میں corporate کرنا ہی نہیں ہے جناب چیئرمین اور ہمیلتھ منٹر صاحب پتہ نہیں کیا کر رہا ہے بار بار اُس کے گھر جاتا ہوں بار بار اُس کو کہنے پر مجبور ہوں مگر وہ ابھی تک سنتا ہی نہیں ہے کہتا ہے میں مجبور ہوں جب تک جام صاحب نے مجھے ok نہیں دیا ہے میں کام نہیں کروں گا۔ یہ حال ہے ولہ آپ کا۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ چیئرمین address کریں جی وزیر صاحب۔

وزیر صحت: چیئرمین صاحب! جیسے یہ گاڑیوں کا ذکر رہا ہے ہمیں وہ تفصیل دیدتا ہے جتنی بھی گاڑیاں ہیں کچھ گاڑیاں خراب ہیں تو وہ repair کے لیے ابھی ہم پیسے دے رہے ہیں۔ وہ ہنادیں باقی DHO کا ہے وہ ہم نے بیٹھایا ہوا ہے وہ اُس پر کام بھی کر رہا ہے۔ اور ہمارے پاس اس طرح کا کوئی رپورٹ نہیں ہے ڈی ایچ او کے خلاف کہ اس طرح ہے صحیح کام نہیں کر رہا ہے جیسے زابد صاحب کہہ رہے ہیں۔ تو وہ اسی floor پر ابھی کہہ رہے ہیں ہمارے پاس ڈی ایچ او کام کر رہا ہے اور ایک آفیسر بیٹھا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: اس کے لیے اگر کوئی کمیٹی بنائے جائے اس کیمیٹی already پہلے سے ہے چھوڑ دیں اس کو

حاجی زابد علی ریکی: چیئرمین صاحب! اُس نے ایسے جو نیئر آفیسر لارے سینٹر پوسٹ پر بیٹھایا ہے اُس کو ابھی تک پتہ نہیں ہے کہ ڈی ایچ او کو کیا کہتے ہیں آپ نے اپنی BAP پارٹی کا والد کو ہٹا کے 15 سال وہ اس سیٹ پر تھا 15 سال کے بعد جب میں اسیل میں آوازیں اٹھاٹھا کے پھر ہمیلتھ منٹر صاحب نے ایک منٹ ہمیلتھ منٹر صاحب نے والد کو ہٹا کے بیٹے کو لیکر اُس کے جگہ پر بیٹھا دیا۔ یہ ان کی کارکردگی ہے۔

وزیر صحت: 10 ضمنی سوالات نہیں ہوتے آپ اگلا سوال کریں میری نماز قضا ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: حاجی زابد علی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 160 دریافت فرمائیں۔

حاجی زايد علی ریکی: سوال نمبر۔ 160

وزیر صحت: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 160 حاجی زايد علی ریکی، رکن اسمبلی: 3 مئی 2019 کو موخر شدہ

کیا وزیر صحت از راه کرم مطلع فرمائیں گے کہ ماں سال 19-2018 کے بجٹ میں ضلع واشک کیلئے کل سکقدر اسامیاں تخلیق کی گئی ہیں ان اسامیوں کے نام اور گریڈ کی تفصیل دی جائے۔

وزیر صحت:

ماں سال 19-2018 کے دوران ضلع واشک کے تخلیق کردہ اسامیوں کی کل تعداد ان کے نام اور گریڈ کی تفصیل ذیل ہے:

نمبر شمار	نام اسامی	گریڈ	تعداد
1	میڈیکل آفیسر	BPS-17	6
2	لیڈی میڈیکل آفیسر	BPS-17	5
3	ڈینٹل پیکنیشن	BPS-9	2
4	میڈیکل پیکنیشن	BPS-9	4
5	لیڈی ہیلتھ وزٹر	BPS-9	6
6	فیمل میڈیکل پیکنیشن	BPS-9	1
7	جونیئر کلرک	BPS-11	2
8	پسینیئر	BPS-5	1
9	ایکسرے اسٹنٹ	BPS-9	1
10	ایکسرے پیکنیشن	BPS-6	1
11	ڈسپنسر	BPS-6	1
12	لیبارٹری پیکنیشن	BPS-9	2
13	لیبارٹری اسٹنٹ	BPS-5	1

بلوچستان صوبائی اسمبلی
8 اگست 2019ء (مباحثات)

42

1	BPS-4	نرمنگ اردوی	14
2	BPS-1	نائب قاصد	15
3	BPS-1	سیکورٹی گارڈ	16
1	BPS-1	مالی	17
2	BPS-1	خاکروب	18
1	BPS-1	ایکسرے اٹنڈنٹ	19
48	ٹوٹل		

حاجی زابد علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! یہ 19-2018 میں ہماری پوسٹ ہیں ڈسٹرکٹ واشک کی انگی تعداد 48 ہے ابھی تک یہ نہیں ہوئے اسی کی وجہ مجھے بتا دیں۔

وزیر صحت: سر! اس کا ہائی کورٹ میں کیس چلا تھا ابھی چند دن پہلے ہائی کورٹ نے فیصلہ دیدیا ہے کہ آپ اس کو advertise کر دیں اخبار میں ہم دے رہے ہیں ابھی جھل گسی کا ہو گیا ابھی انشاء اللہ بہت جلدی اس کو اخبار میں دین گے انشاء اللہ کوئی مسئلہ نہیں ہے

حاجی زابد علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! please آپ ایسے جلدی میں ہیں پتہ نہیں صبر کریں تھوڑا ہمیں بھی time دیدیں۔ چیئرمین صاحب آپ ہمیلتھ منٹر صاحب کو بتا دیں جب یہ پوٹھیں announce کی اخبار میں یا آپ اپنی پارٹی کے بندوں کو دین گے یا میرٹ پر۔

وزیر صحت: میں تو میرٹ پر کوشش کروں باقی آپ اپنی۔

جناب چیئرمین: جناب اصغر علی ترین صاحب آپ اپنا سوال نمبر 166 دریافت فرمائیں۔ ٹھیک۔ جی محترمہ زینت شاہ وانی صاحبہ آپ اپنا سوال نمبر 174 دریافت فرمائیں۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر ہمیلتھ منٹر نہیں ہیں آپ پی اینڈ ڈی کے پوچھیں منٹر ہمیلتھ اس وقت آجائیں گے پھر ان کے سوالات کے جوابات دینے گے۔

جناب چیئرمین: جی جی پی اینڈ ڈی کا ابھی وہ سوالات ہم next اس میں کر لیں گے جب منٹر صاحب نماز پڑھ کر آجائیں گے پھر دریافت کریں۔

وزیر خزانہ: پی اینڈ ڈی کے پوچھ لیں پھر ہمیلتھ منٹر صاحب آجائیں گے وہ اپنے جواب خود دینے گے۔

جناب چیئرمین: جناب نصراللہ زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 60 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: سوال نمبر 60۔

وزیر خزانہ: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

60 جناب نصراللہ خان زیرے، رکن اسمبلی: 130 میں 2019 کو منور شدہ

کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات زر啊 کرم مطلع فرمائیں گے کہ مالی سال 19-2018 کے بجٹ میں توئی وربا توڑی ڈیم قلعہ سیف اللہ کیلئے کس قدر رقم مختص کی گئی ہے اور اس پر اب تک کتنا کام ہوا ہے اور یہ کب تک مکمل کیا جائے گا تفصیل دی جائے نیز مذکورہ ڈیم کے پروجیکٹ ڈائریکٹر، کمپنی کا نام اور امسال مذکورہ ڈیم کیلئے اب تک جاری کردہ رقم کی تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات:

مالی سال 19-2018 کے وفاقی بجٹ میں توئی وربا توڑی ڈیم قلعہ سیف اللہ کیلئے مبلغ ایک ہزار (1000) میلن رقم مختص کی گئی ہے اور صوبائی بجٹ میں مبلغ تیس (30) میلن رقم مختص کی گئی ہے اور اس پر اب تک 74 فیصد طبعی اور 3 فیصد مالیاتی کام ہوا ہے مذکورہ ڈیم پر کام دسمبر 2019 تک مکمل ہونے کا امکان ہے۔

پروجیکٹ ڈائریکٹر کا نام بشیر الدین ترین ہے۔ ڈیم پروجیکٹ کی تعمیر کام مشترکہ تعمیراتی فرموں کے کنسورٹیم میسرز سردار محمد اشرف ڈی بلوج، میسرز ایم این کنسٹرکشن کمپنی اور میسرز طارق کنسٹرکشن کمپنی ای پی سی (انجینئرنگ پر کیورمنٹ کنسٹرکشن) کی بنیاد پر تفویض کیا گیا ہے۔ اور مذکورہ ڈیم پر اب تک (تین ہزار دو سو اٹھاون اشاریہ صفر پہنچیں) (3258.35) میلن خرچ ہو چکا ہے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you! وزیر موصوف صاحب یہ جوانہوں نے کہا ہے کہ دسمبر 2019ء تک مذکورہ ڈیم مکمل ہو گا۔ تو کیا اسی date پر مکمل ہو گا یہ پھر extend ہو گا؟

وزیر خزانہ: بالکل اسی date پر مکمل ہو گا۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب چیئرمین! اس ڈیم کی کل لاغت کیا تھی؟

وزیر خزانہ: اس کی لاغت پی ایڈڈی نے نہیں لکھی ہے، لیکن اب تک 3 ہزار 2 سو 58 میلن خرچ ہو گیا ہے۔

اور اس کی جو فزیکل، اس پر 74% کام ہو چکا ہے اس کی financial position 73% ہے۔

جناب چیئرمین: جناب ملک نسیم شاہوی! آپ اپنا سوال نمبر 88 دریافت فرمائیں۔

میر یوسف عزیز زہری: سوال نمبر 88۔

وزیر خزانہ: جواب پڑھا ہوا تصویر کیا جائے۔

☆ 88 جناب میر یوسف عزیز زہری، رکن اسمبلی: 30 اپریل 2019 کو مورshedہ

کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے۔

کیا درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنج کے تحت 80 کروڑ کی ایک خطیر رقم ترقیاتی کاموں کیلئے مختص کی گئی ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ پنج کے تحت مختص کردہ رقم کن کن اضلاع میں کن کن ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کی جائیگی اسی کی جاری ہی ہے تفصیل دی جائے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات:

جی ہاں!

یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنج کے تحت 2 اسکیمات پی ایس ڈی پی نمبر 14683 اور 4684 مالی سال 2018-19 جن کی لაگت بالترتیب 3.7 ارب اور 5.4 ارب درج ہیں اور یہ رقم بلوچستان کے تمام اضلاع میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ تفصیل ختمیم ہے لہذا اسمبلی لاہوری میں ملاحظہ فرمائیں۔

میر یوسف عزیز زہری: جناب چیریمن! یہ question میرے خیال میں کوئی جنوری میں، میں نے جمع

کیا تھا اس کے بعد آج 7-6 مہینے ہو گئے ہیں گھوم پھر کے اب ہم بھی بھول گئے کہ ہم نے کیا پوچھا تھا اور ان کو بھی پڑھ

نہیں ہوا گا کہ ہم سے کیا پوچھا گیا ہے پھر بھی یہ میں تھوڑی سی چیزیں ہیں خضدار کے بار میں یہ drilling and

development نمبر ٹوب دیل یہ 29 پر ہے دوسرا ہے جناب نسٹر صاحب page نمبر 29 ہے، سیریل

نمبر 2 ہے۔ drilling and development of 8 number ٹوب دیلز، یہ خضدارشی کے لیے۔

8 نمبر ٹوب دیلز کا جو water supply اسکیمیں تھی خضدارشی کے لیے دی گئی تھی۔ تو یہاں جو progress

show کی گئی ہے physical position اسکی 40% اور 30% financial position انہوں نے

دیا ہے۔ تو مجھے یہ بتایا جائے کہ اسی طرف بہت ساری اور اسکیمیں ہیں کہ ہماری بلوچستان میں۔ میرے خیال میں

18-19 2016-17 اس میں tender ہوئے یہ 40% اس پر کام ہوا ہے باقی 60% اس پر کام ابھی تک

نہیں ہوا ہے اس کی وجہات ہمیں بتایا جائے کہ یہ 4 سالوں میں اس کو مکمل ہونا تھا۔ 2018ء جون میں لیکن

18 جون کے بجائے 40% ہوا ہے وہاں لوگ جو ہے پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ آیا اس میں

financial department کا fault ہے اس میں مسئلہ ہے یا کوئی اور سیاسی مسئلہ ہے جو میں نے پڑھ کیا اس

میں سیاسی مسئلہ زیادہ ہے financially کم ہے دوسرے کم ہیں۔ پیسے بھی اگر پڑھے ہوئے ہیں اگر 40% اس پر

کام ہوا ہے اور 30% اس پر payment ہو چکا ہے تو یہ اس کی پی ایس ڈی پی بھی آگیا ہے اس کو show bھی نہیں کر رہے ہیں۔ آئیا یہ بتایا جائے کہ یہیں پر اس کو ختم کر دیا گیا ہے یہ لوگوں کے پیسے گئے یہ درمیان میں رہ گئے اگر drilling ہو گیا تو اس کے لیے پابپ لائن نہیں ہے اُس کے لیے مشینی نہیں ہے دوسری چیزیں نہیں آئے بتایا جائے اس طرح کے 5-14 اسکیمیں بلکہ زیادہ ہیں جو میں 4 سے 5 سلسلی ڈیکھ کر دیا تو ان کے بار میں ہمیں بتایا جائے وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! ساری detail یہاں اس کے جواب میں موجود ہے یہ کوئی دو اسکیمات تھیں district level chief minister initiative, chief minister package ایک تو پر تھا fixed i think 200 billion ہے اس کا نمبر دوسرا ڈویژن level پر تھا divisional cities کو جو ہے وہ districts کو جو ہے وہ develop کر رہے تھے اس کا yeary one-billion was کرتا تھا and خضدار one-billion division کا لوار الائی کا بھی اسی طرح تھا اور باقی شائد کم تھا۔ جس کی بات جو میرے معزز رکن کر رہے ہیں اُس کی ہم جو ground check کر دیں گے۔ اگر کوئی issue ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ میں معزز رکن کو assure کرتا ہوں کہ اُس کو ہم sort out کر دیں گے۔

میر پونس عزیز زہری: جناب چیئرمین صاحب! اس میں ایک اسکیم اس طرح کا نہیں ہے اس میں بہت ساری اسکیم اس طرح کی ہیں۔ تو یہ نہیں ہوئی ہیں یہ beautification of Khuzder Town یہ بھی 40% ہے اس طرح دوسری بھی ایک دو اسکیمیں ہیں 75-65 آیا مجھے یہ بتایا جائے کہ ان کا کیا ہو گا۔ کہ آیا ان کے پیسے کہاں گئے کیونکہ پی ایس ڈی پی میں یہ reflect نہیں ہیں تو ان کو ہم کہاں لے جائیں کہ آیا مکمل ہو گا ہمارے لوگوں کو پانی ملے گا یہ نہیں مجھے بتایا جائے۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! دیکھیں جو particular اسکیم کی بات کر رہے ہیں وہ شائد میرے علم میں نہیں ہے کہ میں اُس پر بات کر سکوں دیکھیں جب پی ایس ڈی پی کی اس دفعہ visualisation ہو رہی تھی اُس میں کچھ اسکیمات ایسی تھیں جن کو چونکہ جس میں وہ بتا رہے تھے 40% وہ کام ہو چکا ہے تو اس پر میں مزید P&D کے ساتھ check کر کے باتنے کی position میں ہونگا کہ آیا وہ جو جا کے وہاں ground verification کریں گے اُس میں اس کی کتنی physical progress ہے اور کتنی financial progress ہے اس کے بعد ہو گا معزز رکن کے ساتھ میں line of action کے اُس کو مزید طے کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب چیئرمین! گزارش کروں گا کہ تقریباً دو پی ایس ڈی پی میں 9.1 billions کے قریب رقم ہے اور بقول ان کے شائد وہ پیسے ہیں جو کمشنز کے through different districts میں دیئے گئے تھے اور district cities کو develop کرنے کے لیے تو میری گزارش یہ ہو گی کہ کیا لمبیدی صاحب آپ کی توجہ district wise breakup اگران کے پاس ہے تو وہ دے سکیں گے یا اس کے بعد یہ ہمیں مہیا کریں گے۔ میری صرف اتنی گزارش ہے۔

جناب چیئرمین: جی ظہور صاحب۔

وزیر خزانہ: جناب اسپیکر! میں ان کو جنہوں نے سوال کیا تھا ان کو apprise کرنا چاہتا ہوں یہ ایکیم جو ہے پی ایس ڈی پی میں reflected ہے ایڈیشنل چیف سیکرٹری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور انشاء اللہ کل آپ ان کے ساتھ جا کر بات کریں آپ کی جو ایکیم ہے اس کو viable بنائیں گے۔

میر یوسف عزیز زہری: جناب منظر صاحب میں نے جو پی ایس ڈی پی دیکھی اُس میں یہ کہیں reflect نہیں ہے اگر ہے تو مجھے پی ایس ڈی پی نمبر دی جائے تو میں دیکھ لوں شائد میں غلط ہوں۔

وزیر خزانہ: اس میں آپ دیکھیں پی ایس ڈی پی نمبر مجھے یاد نہیں ہے شاید اُس میں دیا ہوا ہے
میر یوسف عزیز زہری: یہ ایک ایکیم نہیں ہے جناب! یہ کوئی میں اگر پورے کو اٹھالوں تو میرے خیال میں بہت ساری ایکیمیں ہیں جو اس میں نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: معزز رکن کو آپ اپنے ساتھ بٹھائیں کل اس کے office میں جائیں آپ جی ٹھیک ہے۔

جناب اصغر علی ترین: سوال نمبر۔ 166۔

وزیر صحت: جواب پڑھا ہو اتصور کیا جائے۔

☆ 166 اصغر علی ترین، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ سال 2012 تا 2018ء کے دوران ضلع پشین میں انسداد پولیومہم پر آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل دی جائے۔

وزیر محکمہ صحت:

سال 2012 تا 2018ء کے دوران ضلع پشین میں انسداد پولیومہم پر آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل ضخیم ہے اسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب اصغر علی ترین: جناب چیئرمین! یہ تو کافی پر اندازوال ہے، اس کو ہم بھول ہی گئے ہیں کہ سوال ہم نے

کس sense سے کیا تھا اور اس کی وجوہات کیا تھیں؟ مگر مجھے جواب یہ ملا ہے۔ یہ میں پڑھتے ہی نہیں سکتا کہ اس میں کیا ہے؟ یہ اپوزیشن جو سوال کرتی ہے اُنکے جوابات ہمیں ایسے ملتے ہیں جیسے آپ کے سامنے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کو کسی لیبارٹری میں بیچ دیں۔

جناب اصغر علی ترین: میں تو پڑھ نہیں سکتا۔ اگر وزیر صاحب پڑھ کے مجھے تائیں گے تو میں بتاؤں کہ میں مطمئن ہوں یا نہیں۔

وزیر صحت: نہیں جناب! یہ پڑھا نہیں جا رہا ہے، sorry۔ اگلے سیشن میں جواب دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: جناب! آئندہ جو بھی سوالات آپ کی منسٹری میں آتے ہیں، ان کو آپ serious لے لیں اور ان کے صحیح تصحیح جوابات دیں۔ اس سوال کو ہم defer کرتے ہیں اگلے اجلاس کے لئے۔

محترمہ زینت شاہوی: سوال نمبر 174۔

وزیر یحکمہ صحت: جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 174 محترمہ زینت شاہوی، رکن اسمبلی:

کیا وزیر صحت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، بولان میڈیکل کالج میں موجود گاڑیوں کی کل تعداد کتنی ہے؟ اور یہ کن کن کے زیر استعمال ہیں؟ اور جنوری 2017ء تا دسمبر 2018ء کے دوران ان گاڑیوں کی مرمت اور فیول پر آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل دی جائے نیز نمکورہ عرصہ کے دوران اگر گاڑیوں کی خریداری کی گئی ہے تو اسکی تفصیل مع لaggت، ماڈل اور کمپنی کی دی جائے؟

وزیر یحکمہ صحت: جنوری 2017ء تا دسمبر 2018ء کے دوران گاڑیوں کی مرمت اور فیول پر آمدہ اخراجات کی تفصیل ضخیم ہے اسیلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

محترمہ زینت شاہوی: جناب چیئرمین! میر اسوال تھا بولان میڈیکل کالج میں موجود گاڑیوں کی تعداد کتنی ہے اور کن کن کے زیر استعمال ہے؟ اور جنوری 2017ء سے لیکر دسمبر 2018ء کے دوران گاڑیوں کی مرمت، فیول پر آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیلات دی جائے؟ تو اس سلسلے میں گاڑیوں کی ماڈل اور کمپنیوں کے بارے میں بھی تفصیل دی جائے؟ لیکن جو جوابات دیے ہیں ان سے میں بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ آپ نے خود دیے ہیں؟ یا آپ کے ڈیپارٹمنٹ نے، آپ نے پڑھا بھی ہے؟ یہ دیکھیں کہ فیول کے حوالے سے میں پوچھ رہی ہوں کہ کل تیرہ گاڑیوں کی تفصیل دی ہیں 2017ء میں۔ تو ان میں ایک اسٹاف کی استعمال میں ہیں اور دس گاڑیاں جو ہیں وہ بسیں ہیں، جو پک اینڈ ڈرپ پر ہیں۔ تو ان کی ایک مہینے کی انتازیاہ فیول کیسے خرچ ہو رہا ہے کہن روٹس پر یہ گاڑیاں

آرہی ہیں، جارہی ہیں؟

وزیر صحت: میڈم! ایک ہی مہینہ کا نہیں ہے یہ پورے سال کافیوں ہے۔

محترمہ زینت شاہوی: نہیں یہ month-wise دیئے گئے ہیں ناں؟

وزیر صحت: نہیں میڈم! ان کا سالانہ بجٹ آتا ہے، اس کو دیا ہوا ہے، شاید یہ غلطی سے ہو گیا ہے یہ پورے سال کا بجٹ ہے۔

محترمہ زینت شاہوی: نہیں یہ water کا آپ خود کیھ لیں 2018ء کا کہ اتنا فیوں استعمال ہوا ہے۔ تو ٹریکٹر کا تو دن میں کتنی پانی کی میکنیاں آتی ہیں آپ کو گناہ چاہیے؟ اور آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ کتنا فیوں استعمال ہو رہا ہے؟ اور کتنا گورنمنٹ کا پیسہ خرچ ہو رہا ہے؟

وزیر صحت: ہم نے جواب دیا ہے، ہم نے پورے سال کے بجٹ کا دے دیا ہے۔ اور چیزِ میں صاحب! آپ دیکھ لیں، پورے سال کا ہے، ایک لاکھ پھیس ہزار روپے۔

جناب چیئرمین: اس میں میرے خیال monthly-wise انہوں نے جواب دی ہوئی ہے جو میرے سمجھ میں آ رہا ہے۔

محترمہ زینت شاہوی: monthly-wise دیا ہوا ہے۔ یہ میں بھی کہہ رہی ہوں 2017ء کا بھی ہے اور 2018ء کا۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہوں آپ کے جواب سے۔ بہت فضول خرچی ہو رہی ہے ہیلاتھ ڈیپارٹمنٹ میں؟

وزیر صحت: چلو ہم کوشش کریں گے کہ خرچ کم ہو جائے تیل فیوں کا۔

محترمہ زینت شاہوی: اس کی جگہ پر لوگوں کو دو ایساں دے دیں۔ اتنا فیوں خرچ کر رہے ہو؟

جناب چیئرمین: monthly-wise انہوں نے جواب دیا ہوا ہے اگر اور کوئی سوال ہو؟

محترمہ زینت شاہوی: جی دیئے ہوئے ہیں۔ ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ملک نصیر احمد شاہوی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 67 دریافت فرمائیں۔

☆ 67 ملک نصیر احمد شاہوی، رکن اسمبلی: 31 جنوری 2019ء کو خوش شدہ۔

کیا وزیر راعت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران جن افراد کے حق میں بلڈوزرز گھنٹے جاری کیے گئے، ان کے نام مع ولدیت، تعداد گھنٹے اور جائے سکونت کی تفصیل دی جائے؟

وزیر محکمہ راعت:

گزشتہ پانچ سالوں کے دوران جن افراد کے حق میں بلڈوزرز گھنٹے جاری کیے گئے کے نام مع ولدیت، تعداد گھنٹے

اور جائے سکونت کی تفصیل صحیم ہے لہذا اسمبلی لاہوری میں ملاحظہ فرمائیں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب چیئر مین صاحب! شکریہ۔ یہ میرا سوال 31 جنوری 2019ء کا مؤخر شدہ سوال ہے۔ اور اس وقت بھی میں نے جو سوال دریافت کیا تھا اس کا جواب مکمل نہیں تھا۔ سوال کچھ اس طرح ہے کہ گزشہ پانچ سالوں کے دوران جن لوگوں کو bulldozer hours کاری کئے گئے ہیں اُنکے نام مع ولدیت۔ میرے ساتھ یہ پلنڈہ پڑا ہوا ہے۔ میرے خیال میں ہزاروں لوگ ہیں، لیکن اس میں ہزاروں لوگوں کے ولدیت نہیں ہے۔ اور شناختی کارڈ ز توکسی کا بھی نہیں ہے۔ جب میں نے دریافت کیا ہے کہ نام مع ولدیت اور اس پلندرہ کے اندر ولدیت بھی نہیں ہے اور انکا شناختی کارڈ نمبر بھی نہیں ہیں۔ تو اس لئے میری گزارش ہے چیئر مین صاحب آپ سے کہ یہ بہت بڑی رقم ان پر خرچ کیا گیا ہے۔ اس کو ہماری جو اسٹینڈنگ کمیٹی ہے، قائمہ کمیٹی ہے زراعت کی، اس کو مزید چھان بن کیلئے اگر وہاں آپ پہنچ دیں۔ ویسے یہ دفعہ آ رہا ہے۔ یہ چھ مہینے کے بعد پھر آ گیا ہے۔ یہ میرے خیال پھر اسی طرح ہے۔ تو اس کو ہم اس اسٹینڈنگ کمیٹی میں دیکھیں گے، چھان بن کریں گے۔

وزیر حکومت زراعت و کوآپریٹوں: شکریہ جناب چیئر مین صاحب! جو جواب ان کو دیا گیا ہے اس میں دیکھیں کہ کس کس کی ولدیت نہیں ہے۔ اس کی ولدیت کو نشاندہی کر لیں، ہم ان کو details دیں گے، اگر اس کی کوئی غلطی ہے۔ اور اگر کمیٹی کے سپرد کرتے ہیں تو کمیٹی کے سپرد کر دیں ہمیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ جو بھی طریقہ مناسب سمجھتے ہیں وہ کر لیں۔ باقی یہ سارا پلنڈہ ادھر پڑا ہوا ہے اس سے اگر یہ مطمئن نہیں ہیں تو دوبارہ اپنا سوال کر سکتا ہے، revise کر سکتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: چیئر مین صاحب! جناب انجینئر صاحب! میرے خیال میں یہ میں نے یہی کہا کہ 31 جنوری 2019ء کو اس لئے یہ مؤخر ہوا تھا کہ اس وقت بھی یہ ولدیت complete نہیں تھے، اس میں ہزاروں لوگ ہیں۔ انجینئر صاحب! جن کی ولدیت نہیں ہے، میرے خیال میں پانچ ہزار کے قریب لوگوں کی ولدیت نہیں ہے۔ جب سوال میں بار بار دریافت کرتا ہوں، میرے خیال میں پھر اس کا ایک سال کے بعد پھر جب اس کا موقع آ گیا۔ اس سوال کی اپنی افادیت ختم ہو گی، اسلئے ہماری کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، اُنکے اندر ہماری منسٹر زمینی بیٹھتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ہم اُسکو وہاں دیکھیں گے۔ یہ کمیٹی ہے اُس سے کام لیا جائے، اُس کو وہاں بھیج دیں۔

جناب چیئر مین: جی منسٹر صاحب۔

وزیر حکومت زراعت و کوآپریٹوں: اسمبلی اعتماد اور بے اعتمادی کے بات ہے نہیں کمیٹی بھی ہمیں ہی کہے گی وہ اس

کی ولدیت دے دیں، تو ہم دے دیں گے اگر اس کی خواہش ہے تو مجھے تو اعراض نہیں ہے میں نے پہلے بھی کہا یہ کہتا ہے کہ آپ کو اگر کوئی اعتراض ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جو بھی یہ مناسب سمجھتا ہے وہی کہہ دیں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: جناب چیئرمین صاحب! میں کہہ رہا ہوں کہ پانچ مہینے کے بعد دوبارہ یہ پلنڈہ آ گیا ہے، یہ اسی طرح ہے۔ منشی صاحب پھر مجھے یہ تسلی دے رہا ہے ”کہ ہم پھر تجویز دیں گے“۔ مقصود یہ ہے کہ ہم سوال نہیں کریں۔ اگر سوال کریں اُس کا جواب نہ آ جائے۔ اگر ہم کہیں ”کہ اس کا جواب نامکمل ہے“۔ پھر جواب آ جائے، پھر نامکمل ہے۔ اسٹینڈنگ کمیٹی اُس کو دیکھے گی کہ جب ہزاروں لوگوں کے نام نہیں ہیں۔ اب آپ اس وقت ان کو کدھر سے ڈھونڈیں گے؟ چھ سال پہلے کے لوگ ہیں۔ آپ اُنکے شناختی کارڈز کدھر سے ڈھونڈیں گے؟ آپ کیسے اندازہ لگائیں گے؟ ان میں سے تو ایسے ہوں گے میرے خیال میں سینکڑوں لوگ مر چکے ہوں گے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو تھوڑا اُدھر دیکھیں گے، ہم اس کی چھان بین کریں گے، اس میں کیا ہے؟

وزیر حکومت زراعت و کاؤپریوٹو: چیئرمین صاحب! یہ پتہ نہیں یہ، میں اُسکو کہہ رہا ہوں ”کہ آپ کی مرضی ہے“، یہ پھر کہیں اور چلا جاتا ہے۔ میں تو کوئی آپ کو نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ کا سوال آیا ہے۔ پہلے بھی یہی سوال آیا تھا۔ اور اُس وقت جو تفصیلی جواب نہیں آیا تھا۔ ابھی تفصیلی جواب ہے۔ اگر اس کو پھر بھی کچھ چاہیے تو کر لیں۔

جناب چیئرمین: جی اصغر علی صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: چیئرمین صاحب! اگر آپ کی اجازت ہو، اسی سے متعلق میں ایک سوال وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اگر آپ کا سوال ہے تو آپ کر سکتے ہیں۔

جناب اصغر علی ترین: میرا سوال بھی اسی کے متعلق ہے۔ میری وزیر صاحب سے یہ سوال ہے کہ buildozer hours تقسیم کرنے کا ڈسٹرکٹ کے اوپر ہے کیا؟ ان کا کیا وہ ہے، کس طریقے سے buildozer hours تقسیم کرتے ہیں؟ criteria کیا ہے؟ گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے؟ کیا اس کی وضاحت منشی صاحب فرمائیں گے؟

وزیر زراعت و کاؤپریوٹو: دیکھیں اصغر صاحب! یہ پہلے کچھ ہوتے تھے کہ ایم پی ایزا پنے گھنے دے دیتے تھے اور وہ پھر اپنے زمینداروں کے نام دیتے ہیں۔ اور وہ ایک سب سیڈی ریٹ پر جو اس وقت ڈیڑھ سو روپے زمیندار کو جمع کرنا تھا۔ اور بقايا وہ گورنمنٹ اپنی جو ایم پی ایزا کی فنڈ زجو ہوتی تھی اُس سے دیتے ہیں۔ آپ اس کو ایم پی اے فنڈ کہہ دیں یا جو بھی کہہ دیں۔ پھر ہم نے اس کو revised کر دیا۔ ہم نے وہ سب سیڈی ریٹ جو ڈیڑھ مہنگا ہو گیا، تو ہم

تین سوروپ پر پھر اس کی سب سیڈی ریٹ مقرر کی۔ باقی اگر پرائیویٹ چلاتے ہیں۔ تو اس کی چھ ہزار روپے گھنٹے کی لیتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ سب سیڈی ریٹ پر دیتا ہے جو وہاں ڈپی ڈائریکٹرز بیٹھے ہوئے ہیں، ایک ایکم ڈی، ہماری انجینئرنگ کا، وہ پھر اپنے سرکاری جو گھنٹے ہیں وجہ اس میں سے دیکھتے ہیں، زمینداران کے پاس جاتے ہیں اور زمینداران کو کہتے ہیں کہ مجھے گھنٹے چلانے کیلئے آپ دے دیں، وہ پھر approval دیتے ہیں۔ approval کے بعد سب سیڈی ریٹ ہوتی ہے، وہ جمع کر کے ان کو پھر یہ گھنٹے جو ہیں، وہ منظور کیا جاتا ہے۔ وہ پھر ہماری سرکاری ڈوزرز سے اُن کو چلا کے دے دیتے ہیں۔ یہ criteria ہے۔ اگر جو ڈسٹرکٹ میں موجود ہوتے ہیں، وہ اگر ان چاہئے، ہم اُن کو بھی دیتے ہیں۔ زمینداروں کو بھی دیتے ہیں۔ ایکمی ایس کو بھی اگر ان کی request پر ہوتا ہے، تو ان کو بھی ملتا ہے۔ تو یہ طریقہ کار ہے۔ اور دوسرا جو ہر سبھیک، جب چیئرمین صاحب کمیٹی کے حوالے کرتا ہے، اگر اس میں کچھ ہوں تو ٹھیک ہے، نہیں تو پھر اس پر وٹنگ ہوتی ہے کہ ووٹنگ کر لیں۔ اگر زیادہ لوگ کہتے ہیں کہ کمیٹی کے سپرد ہو تو اس کو کمیٹی کے سپرد، اگر نہیں تو نا۔ یہ طریقہ ہوتا ہے۔ اگر میں ان کو اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں، اگر یہ کمیٹی کے سپرد کرتے ہیں تو میری طرف سے کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، خلاص۔

جناب اصغر علی ترین: جناب چیئرمین صاحب! اس ہاؤس میں ایسے ممبران بیٹھے ہیں جن کو پانچ ہزار گھنٹے الٹ کئے گئے ہیں، دیے گئے ہیں۔ کسی کو اٹھائیں سو دیے گئے ہیں۔ آیا یہ کس criteria کے تحت دیے گئے ہیں؟ اگر میں بطور ایم پی اے پیشیں سے ہوں، مجھے گھنٹے درکار ہوں تو میں کس سے رجوع کروں گا؟ آیا منسٹر صاحب مجھے دیں گے؟ سی ایم صاحب مجھے دیں گے؟ کس criteria کے تحت دیں گے؟ وہ آپ مجھے بتائیں؟

وزیر زراعت و کاؤنٹری ٹیوز: تو میں نے آپ کو پورا criteria بتایا، طریقہ کار بتایا، کونسا آگر آپ کو چاہیے؟ وہ اور بات ہے۔ اگر آپ کو زمینداروں کیلئے چاہیے۔ اگر آپ کا کوئی ایسا سوال ہے آپ دوبارہ سوال raise کر کے دے دیں، وہ آپ بتا دیں۔ criteria میں پھر آپ کو بتا دوں گا۔

جناب چیئرمین: سوال نمبر 67 کو ہم کمیٹی کو refer کرتے ہیں۔ تو اس پر تھوڑا سا آپ سیکرٹری صاحب! اسکو دیکھ لیں۔ ملک نصیر احمد شاہو اپنے صاحب آپ اپنا سوال 70 دریافت کریں۔

ملک نصیر احمد شاہو اپنی: چیئرمین صاحب! میرے خیال میں یہ سوال بھی میرا 25 اپریل 2019ء کی مؤخر شدہ ہے۔ اس میں کچھ کمی آگئی ہے۔ میں نے اس میں لکھا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت۔ اس میں صرف حکومت آیا ہے؟ تو وفاقی حکومت بالکل پودے اپورٹ کرتے ہیں۔ اور ہمارے صوبے کو انہوں نے دیے بھی ہیں، زیتون کے پودے اپورٹ کیے ہیں۔ تو یہاں کمکل ہے۔ ابھی میں اس کو کس طرح کمکل سمجھوں؟

جناب چیئرمین: اس کو اگلے اجلاس کیلئے defer کرتے ہیں، اگر آپ کی مرضی ہو، کیونکہ کسی کو address نہیں کر رہے ہو؟ کی ہے۔

وزیرِ حکومت زراعت و کوآپریٹوں: آپ اپنے سوال کی جو کامل تفصیل ہے آپ دوبارہ کر لیں، ہم آپ کو ساری تفصیل دے دیں گے۔

جناب چیئرمین: سر! اس کو اگر آپ دوبارہ لے آئیں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: اس میں نہ ہماری طرف سے کمی ہے، نہ ان کی طرف سے کمی ہے۔ یہ جو پرینگ میں غلطی ہوئی ہے۔ اس میں ”وفاقی حکومت“ کی بجائے ”حکومت“ آئی ہے۔ لیکن وفاقی حکومت کچھ پودے زیتون کے امپورٹ کرتے ہیں، ہمارے صوبے کو دے دیتے ہیں، کبھی ڈیڑھ لاکھ، کبھی دو لاکھ، کبھی تین لاکھ، میں نے اُنکے بارے میں دریافت کیا ہے تو اگر یہ سوال اب اس وقت fit آتا ہے۔ اگر نہیں ہے تو اسے next اجلاس کے لئے۔

وزیرِ زراعت و کوآپریٹوں: چیئرمین صاحب! اگر وہ اس طرح اگر سوال کرنا چاہتا ہے۔ سوال کریں، میں جواب دے دوں گا آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں ہمارے دوست، اگر آپ پوچھ لیں میں جواب دے دیتا ہوں؟

جناب چیئرمین: اگر آپ جواب سے مطمئن نہیں ہیں تو دوبارہ آپ سوال کر سکتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: اس کا انہوں نے، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے ”کہ صوبے کوئی پودے امپورٹ نہیں کرتے ہیں؟“ اس کا جواب آگیا۔ یہ تو clear ہو گیا۔ لیکن میں نے کہا، میں نے ”وفاقی حکومت“، لکھی تھی، جو لفظ ”وفاق“ ہے، وہ بیہاں نہیں آیا ہے۔ اگر لفظ ”وفاق“ ادھر آجائے تو پھر اس کا جواب بنتا ہے کہ صوبے کو۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین: وفاق سے ہم سوال نہیں کر سکتے اگر صوبائی سمجھنے تو آپ دوبارہ اسکو لے آئیں۔

وزیرِ زراعت و کوآپریٹوں: جناب چیئرمین! اگر ان کو چاہیے میں ویسے ہی بتادیتا ہوں کہ زیتون کے پودے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ جواب دے سکتے ہیں۔

وزیرِ زراعت و کوآپریٹوں: ہاں زیتون کے پودے ہیں سالانہ آتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ clarifications چاہیے ہو تو آپ پوچھ سکتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: چیئرمین صاحب! انہوں نے اجازت دی تو پھر اجازت ہے۔

جناب چیئرمین: اجازت ہے۔

ملک نصیر احمد شاہواني: یہی زیتون کے پودوں کے بارے میں، میرا یہ تھا کہ وہ جو وفاق کی طرف سے ہمیں ملتے ہیں، تو پھر اس میں سوال یہ تھا کہ ان کی بل آف ائٹری اور پورٹ آف لینڈنگ وغیرہ اُس میں یہ تھی۔ پھر یہ سوال کا

جواب آپ سے نہیں بنتا، شکر یہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آپ جواب دے دیں گے سر! ٹھیک ہے۔ انجینئر سید محمد فضل آغا صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 147 دریافت کریں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: شکر یہ جناب چیئرمین سوال نمبر 147۔

☆ 147 انجینئر سید محمد فضل آغا، رکن اسمبلی:

کیا وزیر راعت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ گزشتہ 3 سالوں کے دوران ضلع پشین کے تین حلقوں کیلئے کل کس تدر بلڈوز آورز مختص کیئے گئے اور ان کی تقسیم کا طریقہ کارکیا تھا نیز مختص کردہ گھٹئے جن جن زمینداروں کو جاری کئے گئے، انکے نام، مع ولدیت، جگہ اعلاءہ اور تاریخ استعمال کی حلقہ و تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر مکملہ زراعت:

محکمہ زرعی انجینئرنگ کی جانب سے سال 2016ء تا 2018ء کے دوران ضلع پشین کے تین حلقوں کے زمینداروں کے حق میں جاری کردہ بلڈوز آورز کی تفصیل ذیل ہے:

نمبر شمار	نام اسمیم	نام زمیندار	ولدیت	ٹوٹل کھنچنے	علاقہ
1	آغا سید لیاقت علی	مون علی	مزار خان	200	پشین
2		سید نصراللہ	سید عبدالواہاب	350	پشین
3		سید بدر الدین		350	پشین
4		احمد جان	مد خان	300	پشین
5		ملک محمد حنفی	رأی خان	200	پشین
6		ظفر خان	عبد الغنیل	200	پشین
7		حاجی محمد یار	علی محمد	300	پشین
8		خلیل خان	عبد اللہ جان	200	پشین
9		کلیم اللہ	حاجی عبدالباری	150	پشین
10		ملک عبد المنان کا کڑ		130	پشین
11		ڈاکٹر عبد المنان	بادل خان	500	پشین
12		نیاز محمد	حاجی شریم محمد	240	پشین
13		چیئرمین سید نصیر احمد	چیئرمین سید نصیر احمد	100	پشین

بلوچستان صوبائی اسمبلی
8 اگست 2019ء (مباثات)

54

پشین	100	محمد الدین	سید نصیر احمد	14
پشین	100	سید مرید شاہ	غلام حسین	15
پشین	150	سید عبدالهادی	سید نظام الدین	16
پشین	200	جان محمد	محمد اسماعیل	17
پشین	500	حاجی محمد دین	در محمد	18
پشین	500		عبدالمنان (ایڈو وکٹ)	19
پشین	200	عبد الرزاق	سید عبدالولی	20
پشین	200	سید بدر الدین	سید دین محمد	21
پشین	150	حبيب اللہ	عبد الرحیمان	22
پشین	50	حاجی محمد خان	عطاء اللہ	23
پشین	100	مومن خان	سردار سید محمد	24
پشین	400	حاجی غلام قادر	غلام ولی	25
پشین	300	دوست محمد	روز الدین	26
پشین	50	سید محمد کریم	سید نصر الدین	27
پشین	150	بنگل خان	سارہ کان	28
پشین	300	خدائے رحیم	رحیم کائز	29
پشین	400	سید حاجی رازق	سید عبدالولی	30
پشین	100	حبیب اللہ	عبدالاحد	31
پشین	150	ملا جاٹ خان	حاجی جان خان	32
پشین	50	سید عبدالغیب	داود شاہ	33
پشین	200	اختر محمد	نیاز محمد	34
پشین	300	عبد النافع	سید اصغر شاہ	35
پشین	50	تاج الدین	سید معراج الدین	36
پشین	100	حضرت علی	عبدالعلی	37
پشین	400	اختر محمد	نیاز محمد	38
پشین	300	عبد الصمد	سردار محمد	39

بلوچستان صوبائی اسمبلی
8 اگست 2019ء (مباثات)

55

پشین	150	سید نیک محمد	سید ند احمد		40
پشین	100	مزار خان	موج علی		41
پشین	500	عبدالرشید	فراد محمد		42
پشین	500	عبداللہ جان	حاجی نعمت اللہ		43
پشین	50	محمد کریم	شاہ محمد		44
پشین	200	نیاز محمد	جان محمد		45
پشین	200	سید عبدالحیب	سید حفیظ اللہ		46
پشین	50	سید دوست علی	سید عنایت اللہ		47
پشین	100	معراج الدین	سید سیف الدین		48
پشین	150	عبدالحکیم	عطاء محمد		49

10870 گھٹکے

ٹوٹل

نمبر شار	نام ایکیم	نام زمیندار	ولد بیت	ٹوٹل گھٹکے	علاقتہ
1	حاجی عبدالماک کاکڑ سال 2015-16	پھل کاباغ گورنمنٹ گرلز کالج		50	پشین
2		مولوی عبدالحکیم		100	پشین
3		محمد رضا		50	پشین
4		مولوی حفیظ اللہ		100	پشین
5		مولوی صدیق احمد		50	پشین
6		حاجی نصر اللہ		50	پشین
7		مولوی حماد اللہ		50	پشین
8		عزیز الرحمن		50	پشین
9		حاجی شیر علی		120	پشین
10		مفٹی امین اللہ		120	پشین
11		عبدالوحید کاکڑ		100	پشین
12		ماستر غلام	تاج الدین	241	پشین
13		عبداللہ	عمر	300	پشین
14		ولات خان		200	پشین

پشین	50	ناصر الدین	سراج الدین		15
پشین	50	عبدالطیف	عزت اللہ		16
پشین	50	رحمت اللہ	زین اللہ		17
پشین	50	مولاداد	شوکت		18
پشین	200	عبد الغفار	محمد زمان		19
پشین	500	عبدالخالق	زین العابدین		20
پشین	200	عبد الرحمن	محمد انور		21
پشین	100	غلام نبی	منور		22
پشین	160				
	2941		ٹوٹل		

گھنٹوں کی تقسیم کا طریقہ کاری یہ ہے۔ کہ مذکورہ ایم پی اے اپنے فنڈ سے پی ایس ڈی پی کے ذریعے گھنٹوں کیلئے رقم منتص کرتا ہے ان گھنٹوں کا 1PC ڈیپارٹمنٹ پی ایڈ ڈی کو بنا کر پیش کرتا ہے۔ ڈیپارٹمنٹ اپنی ماہانہ میٹنگ میں ان گھنٹوں کی منظوری دیتا ہے۔ جب رقم ڈیپارٹمنٹ کو پہنچتا ہے تو وہ اسے AG فس سے پاس کروا کے مذکورہ ایم پی اے کو اطلاع کر دیتا ہے۔ کہ آپ کی پی ایس ڈی پی میں گھنٹے آئے ہیں۔ آپ اپنے علاقے کے زمینداروں کی فہرست مکملہ ہذا کو مہیا کر دیں۔ حکمہ ہذا زمیندار سے 150 روپے فی گھنٹہ لیکر نیشنل بینک میں چالان جمع کروا کر مذکورہ زمیندار کا کام شروع کر دیتا ہے۔

جناب چیئرمین: جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب چیئرمین! جان محمد ہڑی صاحب نے وہاں کوئی کچھری لگائی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: آرڈران دی ہاؤس۔ جناب منسٹر صاحب! آپ اپنی چیئر پر بیٹھ جائیں منسٹر آف ہیلتھ۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: وہ سن ہی نہیں رہا، نہ آپ کو سن رہا ہے نہ مجھے۔

جناب چیئرمین: جناب منسٹر صاحب! آپ اپنی چیئر پر آ جائیں۔ آپ اپنی چیئر پر بیٹھیں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: میرے خیال میں یہ ایوان کی بے حرمتی ہے، آپ اس وقت صدارت کر رہے ہیں اس ہاؤس کی آپ رولنگ دے دیں اگر کہیں پربات ہو رہی ہے اور مسلسل ہماری سوالات ان وزراء سے ہیں، اگر وہ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: منسٹر ہیلتھ! آپ اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں، منسٹر ایکسا نرزا یونڈیکسیشن ملک نعیم صاحب! آپ اپنی

سیٹ پر بیٹھیں۔ محمد خان لہڑی صاحب! آپ اپنی سیٹ پر بیٹھیں، جی، جی آغا صاحب!

انجینئر سید محمد فضل آغا: سوال میں نے پڑھا ہے تفصیل سے۔ میں نے پوچھا تھا کہ گزشتہ تین سالوں کے دوران ضلع پشین کے تین حلقوں کے لئے کل کس قدر بیڈوزر آر زمخت کیئے گئے؟ اور ان کی تقسیم کا طریقہ کار، نیز مختص کردہ گھنٹے جن جن زمینداروں دیے گئے ان کے نام مع ولدیت، جگہ، علاقہ اور تاریخ استعمال حلقة وال تفصیل دی جائے؟ یہ سب تفصیل مانگی تھی تو ان کو محکمہ کی طرف سے جو آیا ہے تو نام اسکیم کا دی ہے، سید لیاقت آغا، نام زمیندار اور ولدیت کا نام ٹولٹ گھنٹے علاقہ، علاقے میں تمام پشین لکھ دیا۔ اب پشین تو برشور، تو بہ اچنٹی سے لیکر اجرم اور ادھر سید قلعان تک جاتا ہے۔ تو اس میں کچھ بھی مزید نہیں کہا گیا ہے کہ اس میں طریقہ کار کیا ہے اور آج کل جو تقسیم ہوتی ہے جس کو ہم سو، پچاس، دوسو گھنٹے دیتے ہیں، تو وہ جب ایگر لیکچر ڈیپارٹمنٹ کو جاتے ہیں تو اپنا شناختی کارڈ بھی جمع کر دیتے ہیں اور اس کے بعد ٹیلی فون نمبر بھی اور اس کے بعد وہ علاقہ بھی فلاں گاؤں ہے فلاں گاؤں ہے تو یہ جو تفصیل دی ہے میں نے منسٹر صاحب سے بھی گزارش کی ہے یہ نامکمل ہے اس میں جتنے بھی دیے گئے ہیں سارے کا سارا پشین لکھ دیا ہے۔ اب پشین میں تو دسو، چارسو، پانچ سو ہزار گاؤں ہیں اب یہ کس گاؤں میں کس علاقے میں اس میں کچھ چیز کا پتہ نہیں چلتا؟ تو میری گزارش یہ ہے آپ سے بھی منسٹر صاحب بھی کہ اس کو بجائے کمیٹی کے next session میں لائیں اور اپنے وہ ایگر لیکچر ڈیپارٹمنٹ کو ہدایت کی جائے۔ question یہ میرا بہت پرانا ہے۔ اس لئے کہ یہ question delay ہونے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ جہاں بھی discrepancies ہوتی ہیں، وہ delay ہونے میں، پھر نام لینے میں، کسی کو راضی کرنے میں، ”یارا! تیرا نام ڈال دوں گا“ تیرے باپ کا نام ڈال دوں گا۔ تیرا نام ڈال دوں گا، وہ اس طرح سے تھوک کے حساب نام ڈال دیے۔ گھنٹے بھی تقسیم اسی حساب سے کر دیے۔ اور ٹولٹ کے سامنے پشین لکھ دیا۔ اب یہ تقریباً سیریل ہے، کوئی forty nine نام ایک ہے۔ اور اس کے بعد بائیس اور ہیں۔ یہ سارے پشین میں دے دیے گئے، پچاس، پچپن لوگ ہیں۔ اور پتہ نہیں چلا جس کو دیئے تو میری گزارش یہ ہے کہ اس defer کو کر کے دوبارہ اس کی تفصیل منگوائی جائے، شکریہ۔

جناب چیرمین: جی منسٹر صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت و آپریٹوں: نام زمیندار اور ولدیت ٹولٹ گھنٹے علاقہ پشین، ضلع پشین کے دیے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر آغا صاحب کہتے ہیں کہ اس کے لئے ان کو کیا چاہیے؟ وہ بتادیتا ہوں تو ہم وہی تفصیل بھی ان کو دے دینگے۔

جناب چیرمین: وہ چاہ رہے ہیں کہ اس کو ڈیفیر کر کے next session میں اس کی تفصیل دی جائے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: نہیں نہیں، وہ وزیر صاحب سمجھے نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے؟

وزیر مکملہ زراعت و کاؤپریوائز: آپ تفصیل کی نشاندہی کریں کہ کوئی انکو تفصیل چاہیے۔
انجینئر سید محمد فضل آغا: میں یہ چاہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے شناختی کارڈ نمبر چاہیے۔ اور یہ کس گاؤں میں دیئے ہیں، پیر علیزی میں دیئے ہیں حاجی زی میں دیئے شفغری میں دیئے ہیں، اجم میں دیئے ہیں اور کس تاریخ کو دیئے ہیں؟ یہ تین چیزیں کم ہیں اُس میں تو یہ تفصیل آئیگی تو صاف پتہ چلے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گا۔ اب نام ولدیت تو میں نے کہا آپ اکھٹے کرتے جاؤ، دیتے جاؤ، بانٹتے جاؤ۔ پتہ ہی نہیں چلا۔ اب پورا پچاہ کہ پچین پشین ہے۔ پشین میں نے آپ کو کہا تو بہ کاڑی وہ قلعہ سیف اللہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں نوشکی تک جاتا ہے۔ اب پتہ نہیں کس گاؤں میں چلے ہیں، کس نے چلائے ہیں اور کیسے چلائے ہیں؟ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس طرح تفصیل مہیا کی جائے۔

وزیر زراعت و کاؤپریوائز: ٹھیک ہے جناب چیئرمین صاحب! آپ رولنگ اس پر دے دیں کہ شناختی کارڈز اور علاقے کی تفصیل بھی دی جائے۔ تو وہ ہم دیں گے اس میں ٹائم لگے گا کیونکہ بہت بڑی تفصیل ہے۔ یہ پانچ چھ سال کی تفصیل میں تھوڑا وقت لگے گا۔ تو اس پر آپ رولنگ دے دیں ہم اس کی تفصیل بھی دے دینے ٹھیک ہے defer کر لیں۔

جناب چیئرمین: بالکل اس کو defer کرتے ہیں، اسکی تفصیل، شناختی کارڈ نمبر اور ان کے علاقے سب نوٹ کرائیں۔

جناب فضل آغا صاحب اپنا سوال نمبر 148 دریافت فرمائیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: وہ تو ہو گیا، اب سوال نمبر 148۔

☆ 148 انجینئر سید محمد فضل آغا، کرن اسمبلی:

کیا وزیر زراعت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، جون 2014ء تا جون 2018ء کے دوران ضلع پشین کے لئے آن فارم واٹر میجنٹ پروجیکٹ (OFWMP) کے تحت ترقیاتی مدت میں کل کس قدر رقم / فنڈ رفراہم کی گئی نیز فراہم کردہ رقم / فنڈ زجن جن مدت میں خرچ کی گئی کی موسال وار تفصیل مع نام زمیندار اور جائے سکونت بھی دی جائے۔

وزیر مکملہ زراعت:

اس ضمن میں تحریر ہے کہ اصلاح اراضی آپاشی ضلع پشین کے نائب ناظم آن فارم واٹر میجنٹ کی جانب سے مراسلہ نمبر 180/Estt/2/2018ء کو موصول ہوا جس کی تفصیل مختینم ہے لہذا اسمبلی لا بھری میں ملاحظہ فرمائیں۔

وزیر زراعت کو آپریٹور: پڑھا ہوا تصور کیا جائے جناب چیئرمین صاحب!

جناب چیئرمین: جی کوئی سخنی سوال ہے؟

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب! یہ بہت لمبا چوڑا question ہے جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ on farm management projects میں اربوں روپے آئے ہیں۔ جس سے لگنا خالقاتے میں ٹیوب و میلز اور اس کے چھوٹے تالاب اور بورنگ وغیرہ، یہ بے حساب لگے ہیں۔ تو میں تفصیل مانگی تھی کہ کیا وزیر زراعت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ جون 2014ء تا جون 2018ء کے دوران ضلع پشین کے لئے on farm management projects کے تحت ترقیاتی مدارت میں کل کمکدر فنڈ زفراہم کی گئی تھی نمبر 1 نیز فراہم کردہ فنڈز میں سے جن جن مدارت میں خرچ کی گئی، مدارت سال وار تفصیل مع نام زمیندار اور جائے سکونت کی بھی دی جائے؟ ٹھیک ہے نا۔ جی؟ کہ کل کتنی رقم پھر کرن کن مدارت میں اور پھر کس کس زمیندار کو یا کس کس بندے اس کی جائے سکونت اس کا نام اور اس کے والد کا نام یہ تفصیل مانگی گئی ہے۔ اس ضمن میں تحریر ہے کہ اصلاح اراضی آپاشی ضلع پشین کے نائب ناظم آن فارم و اٹر میجنت کی طرف سے مراسلہ نمبر فلاں، فلاں سورخہ 12 اپریل 2019ء کو موصول ہوا ہے، جس کی تفصیل، اب وہ تفصیل بھی پھر میں نے زمرک صاحب سے گزارش کی ہے کہ تفصیل میں بہت بڑا انہوں نے پلندہ ہمیں بھیجا ہے۔ جس میں یہ ایک لمبی چوڑی انہوں نے لست لگائی ہے۔ اس میں کچھ بھی پتہ نہیں چل رہا ہے۔ تو میں نے تو بہت simple سوال کیا تھا کہ بھئی! آپ زمیندار کا نام، اس کو کیا تالاب دیا گیا ہے، ٹیوب و میل دیا گیا ہے اس کی cost کتنی ہے وہ کس گاؤں میں ہے؟ یہ تفصیل کوئی نہیں ہے۔ اور اس میں ٹوٹ لے کے اب تک کتنا ہے؟ تو میں نے پھر ان کو ایک paper بنایا کہ اس میں 2014ء سے:

وہ الگ ہے۔ ہاں یہ ہے جی! ایک منٹ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں یہ 147 سوال ہے نا۔ اچھا اس میں!

The department has produced the list of the various schemes in district Pishine, while the list produced lacked the estimated cost of each scheme, the department was asked to produce record data from June 2014 to 2018 which includes the details of the Farmers Names, Fathers

Names, Address, CNIC Number, and the amount of funds released to each Farmer?.. Whereas the department has failed to produce the details as per question. Moreover, the record produced by the department from 2014-2016 lacked CNIC Numbers, and the estimated cost of each scheme, which is very un-professional way.

اب اس میں ساری چیزیں نہیں دی گئی ہیں۔ اسکا آپ چیک اینڈ بلنس نہیں کر سکتے ہیں کہ ان اربوں روپے میں کس زمیندار کو کیا ملا ہے کس گاؤں میں ملا ہے، ٹیوب ویل تھا، تالاب تھا کیا ہے کیا نہیں ہے؟ اور یہ پلنڈہ بہت بڑا ہے۔ تو میں نے یہ بھی انجینئر صاحب سے گزارش کی تھی آپ دوبارہ ڈیپارٹمنٹ کو بلا کیں، اپنا سیکرٹری صاحب کو کہ اس کی مجھے detail کی جائے، item wise detail اور اس کی cost وغیرہ۔

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب؟

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوؤز: میں اسمیں اتنا کہہ دوں کہ اسمیں ہم نے پوری detail دی ہوئی ہے۔ ابھی آپ دیکھ لیں نام محمد رفیع والد محمد سلیم۔ Location یعنی بابا-CNIC نمبر۔ فلاں۔ Scope of Work: آپ دیکھ لیں آپ ایک دوسرا دیکھ لیں خالد محمد قیسم تورہ شاہ۔ یہ بور ہے۔ واٹر۔ ایک دوسرا اور سورج تھیں کہ ہے، جس میں ہم محمد عثمان، غفور خان، خانی بابا ہے، یہ NIC نمبر تو اور ہم کیا اس کی تفصیل دے دیں؟

انجینئر سید محمد فضل آغا: یہ آپ دیکھ لیں ناں last 2015-16ء کا اسمیں کیا ہے؟ میں دیسے تو نہیں آپ کو بتا رہا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوؤز: کونسا؟!

انجینئر سید محمد فضل آغا: یہ دیکھ لیں ناں، یہ تین نمبر پر تو 2015-2016ء۔ یہ پورا پلنڈہ لگا ہوا ہے، برشور، برشور، برشور، پشین۔ پشین۔ تو یہ کچھ بھی نہیں دیا ہے۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوؤز: تو یہ علاقے کے بھی یہاں کی identification بھی دیئے ہیں ساتھ میں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: کچھ بھی نہیں دیا، ناں ناں، اس میں کچھ بھی نہیں دیا ہوا ہے۔ نام، ولدیت کلی ابراہیم زئی، پشین باقی location اور ہے۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوؤز: جو دیئے گئے ہیں، وہ نکال کے باقی کے آپ کو تفصیل چاہیے، ان کے شناختی

کا روڈ چاہیے؟

نجیب شریف سید محمد فضل آغا: اس میں شناختی کارڈ نمبر نہیں ہے۔ اچھا ایک تو یہ ہے۔ اس میں without cnic card ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جو cost no-estimated ہے۔ اس میں اگر دیکھ لیں، یہ جو 3.328 ملین ہے۔ اس میں cnic نمبر تو ہے پھر cost نہیں لکھا ہوا ہے، کسی بھی چیز کی۔ اور پھر آگے اگر آپ دیکھ لیں، تو یہ ہے cnic نمبر پھر تو ہے missing ہے۔ اس میں کوئی نمبر نہیں ہے۔

وزیرِ حکومہ زراعت و کوآپریٹوؤز: تو ٹھیک ہے اس کو بھی ڈیفیر کر کے ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اذاں ہو رہی ہے۔

(اذان مغرب۔ خاموشی)

جناب چیئرمین: جی۔

میر محمد اکبر مینگل: منظر صاحب نے ان کی پالیسی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایم پی اے صاحبان اپنے فنڈ رکھتے ہیں اس کے بعد وہ وزر رکھنے اُن کو دیئے جاتے ہیں اس دفعہ میں نے اپنی پی ایم ڈی پی میں ایم پی اے فنڈ سے تقریباً بیس ملین روپے کے لئے لیکن پی ایم ڈی نے وہ واپس کر دیا ہے کہ آپ dozer hours نہیں رکھ سکتے ہیں۔ آیا گورنمنٹ کے ڈیپارٹمنٹس کی ہر ایک کی پالیسی different ہے یا صوبائی حکومت کی پالیسی ایک ہی ہے اس کی وضاحت کی جائے؟

جناب چیئرمین: وضاحت کریں جناب؟

وزیرِ حکومہ زراعت و کوآپریٹوؤز: جناب چیئرمین صاحب! ابھی اس دفعہ جو پچھلے سال سے جو پی ایم ڈی پی بنی، جو ہم لوگوں نے نہیں بنائی تھی، وہ جون میں بنی تھی، پھر چھپیں جو الائی کو جو ایکشن ہوا۔ اور پھر اس سال یہ کورٹ کے ہیں اور ان کا ایک order issue ہوا ہے کہ individual instructions جو cases بنتے ہیں، جو اسکیمات نہیں ہیں، ان کو نہیں دیا جائے۔ میں نے بھی دیئے تھے میرے بھی نہیں آئے۔ تو اس dozer hours ایگر یہ پچھلے بورا اور کوئی بھی جس میں انفرادی نام سے کوئی اسکیم آتی ہے، وہ ان پر کورٹ کی طرف مکمل پابندی ہے۔ تو اس وجہ سے یہ چیزیں جو ہیں وہ ایگر یہ پچھلے ہو یا کسی اور ڈیپارٹمنٹ میں ہوں، تو وہ کورٹ کے اور پلانگ کمیشن کے فیصلے کو دیکھ کے یہ پی ایم ڈی پی بنائی گئی ہے۔ اور اس بنیاد پر اگر کوئی ذاتی یا انفرادی اسکیم نہیں تھی تو وہ پی ایم ڈی پی کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ اس وجہ سے گورنمنٹ کا بھی نہیں ہے اور آپ لوگوں کا بھی نہیں ہے کسی کا نہیں آیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: جی اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب چیئرمین صاحب! ہمارے منظر صاحب نے ان کی پالیسی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایم

پی اے صاحب اپنے فنڈ رکھتے ہیں اس کے بعد بڈوزر گھنٹے ان کو دیئے جاتے ہیں اس دفعہ میں نے اپنے پی ایس ڈی پی میں تقریباً 20 ملین روپے تھے ڈوزر آورز کے لیے۔ لیکن پی این ڈی نے واپس کر دیا کہ آپ ڈوزر آورز نہیں رکھ سکتے ہیں آیا گورنمنٹ کے ڈیپارٹمنٹ میں ہر ایک پالیسی different ہیں یا صوبائی حکومت کی پالیسی ایک ہی ہے اس کی وضاحت کی جائے۔

جناب چیئرمین۔ وضاحت کی جائے سر۔

وزیر محکمہ زراعت و کاؤنٹری ٹیوز: جناب چیئرمین صاحب! ابھی اس دفعہ جو پچھلے سال سے جو پی ایس ڈی پی بنی ہے جو ہم نے لوگوں نے نہیں بنائی تھی وہ جولائی جون میں بنی تھی پھر 25 جولائی کو جواہیشن ہوا۔ اور پھر اس سال یہ کورٹ کے instructions ہیں اور ان کا ایک آرڈر issue ہوا ہے کہ individual جو کیسز بنتے ہیں جو اسکیمات بنتی ہیں ان کو نہ دیا جائے میں نے بھی دیئے تھے میرے بھی نہیں آ رہے ہیں ڈوزر آور اگر یکچھ اور کوئی بھی جس میں انفرادی کام نام سے کوئی اسکیم آتی ہیں ان پر کورٹ کی طرف سے مکمل پابندی ہے تو اس وجہ سے یہ چیزیں جو ہیں وہ اگر یکچھ ہو یا کسی اور ڈیپارٹمنٹ میں ہو تو وہ کورٹ کے اور پلانگ کمیشن کے فیصلے کو دیکھ کر یہ پی ایس ڈی پی بنائی گئی ہیں اور اس بنیاد پر اگر کوئی ذاتی یا انفرادی اسکیم بنتی تھی تو وہ یہ پی ایس ڈی پی کا حصہ نہیں بنایا گیا اس وجہ سے گورنمنٹ کا بھی نہیں ہے اور آپ لوگوں کا بھی نہیں ہے کسی کا بھی نہیں آیا۔

میر محمد اکبر مینگل: جب سیالاب آیا تو اور ہمارے لوگوں کی جتنی بھی زمینیں تھیں کہ نقصانات ہوئے ہیں بندھات کے نقصان ہوئے خشک آب اور دوسرا علاقوں کے خاص کر خدار میں۔ تو سیالاب کی طرف سے ریلیف۔ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے بھی کچھ نہیں ملا۔ ہم نہیں دے سکتے ہیں تو وہ کن کے پاس جائیں۔ کوئی بتایا جائے کہ وہ کس کے پاس جائیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کاؤنٹری ٹیوز: میں آپ کو ایک چیز بتاؤں جدھر بھی بلوچستان میں سیالاب آیا ہوا تھا جو فلڈ آباجو بارشیں ہوئیں سب سے بڑا کردار تھا وہ ایک یکچھ ڈیپارٹمنٹ کا ہم نے بلا تفریق اگر آپ کو تفصیل چاہئے آپ دے دیں گے میں ہر ایک جگہ کی تفصیل دوں گا کہ ہمارے ڈوزر ہم نے اپنے فنڈ سے ایک یکچھ کے پاس جو کچھ موجود تھا اس کی بنیاد پر ہم نے پورے بلوچستان میں اپنے ڈوزر چلانیں پانی کو راستہ دیا۔ پانی کو بند کر دیا یہ ساری آپ کو تفصیل چاہیے تو آپ ایک question کر لیں تو ہم آپ کو تفصیل بھی دیں گے ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم ایک جنسی نیادوں پر ہمارے جو ڈیپارٹمنٹس ہیں وہ کام کرتے ہیں خدا نخواستہ کوئی زلزلہ آتا ہے کوئی سیالاب آتی ہیں جو بھی ہوتا ہے چیئرمین صاحب اس کو ہم اپنے ڈیپارٹمنٹ جس ڈیپارٹمنٹ کا کام ہوتا ہے وہ اپنے through جو ہے ہمارے ایسے

پسے ایک جننسی میں موجود ہوتے ہیں کہ ہم اس کو چلا کر ان چیزوں کے لیے وہ جو فلڈ آتی ہے ان کو نظرول کرنے کے لیے ہماری اس دفعہ سب سے زیادہ 90% کام جو ہیں ایگری کلچر ڈیپارٹمنٹ نے کر کے دیا ہے اور ہر جگہ نہیں کہ یہ اپوزیشن کا ایریا ہے یا یہ treasury benches کا ممبر ہے بلطفیق سب کے لیے ہم نے کام کیا ہے اور کرتے رہیں گے اس میں آپ بتا دیں اگر آپ کا کوئی ایسا جگہ ہے جو متاثر ہوا ہے ہم اپنے ڈیپارٹمنٹ کو نہیں دیں گے وہ آپ کا بھی کام کر دے گا اور میرے خیال سے ہوا ہو گا تو میرے knowledge میں نہیں ہے کوئی اگر ایسی بات ہو تو آپ بتا دیں ہم اس کی تفصیل دیں گے آپ کو جناب چیئرمین: زابر ریکی صاحب۔

حاجی میرزادہ علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! ایک سیالاب آیا یہسمہ میں پانچ دس دن پہلے منستر صاحب آپ کا ایک بلڈوزر وہاں نظر نہیں آیا زمینداروں کے بندہات فصلیں تباہ ہو گئیں آپ کے ایم ایم ڈی کا پتہ نہیں ہے کون ہے نام ولی خان ہے کہاں کا ہے وہ پتہ نہیں اسلام آباد، کراچی میں گھوم رہا ہے ابھی تک آپ مجھے ثابت کریں ابھی تک آپ کے بلڈوزر وہاں پہنچیں نہیں ہیں آپ مجھے بتا دیں اس فورم کیسا منے۔ دو پچھے شہید ہوئے پانچ رخی ہو گئے۔ گورنمنٹ میں سے کسی کو پرواہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی منستر صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت و کواپریوں: ریکی صاحب اس طرح بتا رہا ہے ابھی اسمبلی میں جیسا کہ انہوں نے کوئی complain کی ہو یہ کچھ ایسی چیزیں ہیں جو مرضی پر نہیں ہوتی ہیں اپوزیشن کا تو پھر اس طرح کے question کرتے ہیں کہ جی وہ ادھر اسلام آباد میں پھر رہا ہے آپ نے کب ہمیں لکھ کر دیا ہے آپ نے کب کہا کہ سیالاب آیا ہوا ہے۔

حاجی میرزادہ علی ریکی: جناب چیئرمین صاحب! پورا میڈیا اور سی ایم صاحب آپ سب کو میں نے بتا دیا ہے۔

جناب چیئرمین: ریکی صاحب! وہ جواب دے رہا ہے۔

حاجی میرزادہ علی ریکی: سب کو میں نے بتا دیا ہے اخباروں میں آیا ہوا ہے اور آپ کہتے ہو کہ مجھے پتہ ہی نہیں ہے۔ ڈپٹی کمشنر وہاں آیا اور کمشنر رخشن ڈویژن بھی یہسمہ میں آیا دونوں نے دورے کیے۔ آج تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے پوچھیں۔

وزیر محکمہ زراعت و کواپریوں: آپ پھر خود مان رہے ہو کہ کمشنر بھی گیا ڈی سی بھی گیا تو ڈپٹی ڈائریکٹر بھی گیا ہوا ہے آپ خود مان رہے ہو کہ سب گورنمنٹ وہاں موجود ہے تو آپ کس چیز کی شکایت کر رہے ہو آپ تھوڑی اسی بات

تو سینی رکیکی صاحب آپ لگے رہتے ہو آپ کہتے ہو کہ ہر چیز اپنی مرضی سے۔ کیا ہوا ہے میراڈوزر چلا ہے میراڈپی ڈائریکٹر گیا ہوا ہے آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

حاجی میرزا عبداللی رکیکی: بالکل اگر آپ نے بسمہ میں ثابت کیا تو میں بالکل اسمبلی سے استعفی دوں گا جا کے ثابت کریں۔ جناب چیئرمین اگر میں نے استعفی نہیں دیا بالکل یہ میری دھاڑھی ہے آپ ثابت کریں۔

وزیر حکمہ زراعت و کوآپریٹوں: آپ ایسا کر لیں چیئرمین صاحب! ان سے استعفی جمع کر لیں میں ثبوت پیش کر دوں گا پھر ایسا نہ ہو پھر یہ پشمیان ہو جائے۔ ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: معززار کان اپنے جذبات پر قابو رکھیں۔

حاجی میرزا عبداللی رکیکی: جناب چیئرمین صاحب! ایک گھنٹہ اگر بلڈوزر نے سرکاری وہاں کام کیا ہوا ہے بالکل میں ملامت ہوں۔

جناب چیئرمین: معززار کان کو آپ بات کرنے دو جی سر۔

وزیر حکمہ زراعت و کوآپریٹوں: چیئرمین صاحب! ٹھوڑا رولزر گلولیشن کے ساتھ اگر آپ اسمبلی چلانے میں گے تو بہتر گا۔

جناب چیئرمین: انشاء اللہ۔

وزیر حکمہ زراعت و کوآپریٹوں: جب ہوتی ہے تو رولز میں یہ ہے کہ دو سلیمنٹری کر سکتا ہے انہوں نے تو 50 کر دیا ہے اور یہ رکیکی صاحب اپنے طرف سے لگا رہتا ہے نہ کسی کونبرد دیتا ہے۔

جناب چیئرمین: اُس کا دل جل رہا ہے۔

وزیر حکمہ زراعت و کوآپریٹوں: اور نہ کسی کو سنتا ہے اور کہتا ہے لیکن اس کا استعفی ان سے لے لو گر نہیں تھا تو پھر ہم جرمانہ دیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ جذبات پر قابو پالیں۔

حاجی میرزا عبداللی رکیکی: ثابت کر کے کھادو میں اسی دن استعفی پیش کر دوں گا۔ آپ کا محکمہ ہے آپ ثابت کروں گا۔

وزیر حکمہ زراعت و کوآپریٹوں: اگر کسی اور نے بھی استعفی جمع کرنا ہے وہ بھی کر لیں۔ افسوس علی ترین صاحب بھی یہ کہتا ہے کہ۔

سوال نمبر 148 ڈیفر کرتے ہیں اگلے سیشن کے لیے۔

جناب چیئرمین:

سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب صدر حسین (سیکرٹری اسمبلی): حاجی محمد خان طوراً تخلیل صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بناروائی اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب اسد اللہ بلوچ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بناءً آج تا اختتام اجلاس شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ ماہ جین شیران صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ ناسازی طبیعت کی بناءً آج کے اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نواب محمد اسلم خان ریسانتی صاحب نے نجی مصروفیات کی بناءً آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب شاء اللہ بلوچ صاحب نے نجی مصروفیات کی بناءً آج تا اختتام اجلاس رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: مکھی شام لعل صاحب نے نجی مصروفیات کی بناءً آج کے اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ مستورہ بی بی نے نجی مصروفیات کی بناءً آج تا اختتام اجلاس رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

جناب نصراللہ زیرے صاحب! آپ کی اپنی تحریک التوانہ 2 موصول ہوئی ہے، قواعد و ضوابط کار بلوچستان اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 75A کے تحت تحریک التوانہ 2 پڑھیں۔

حاجی نور محمد دمڑ (وزیر پی ایچ ای و واسا): نماز کا وقفہ کرادیں۔

جناب چیئرمین: نماز کے لیے وقفہ کر دیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: بعد میں کر دیں گے آپ جا کر پڑھ لوں اس کیا ہے۔

وزیر مکملہ زراعت و کواپریٹووز: تو پھر چیئرمین صاحب آپ نے یہ دو تین سیشن میں پیش کیوں نہیں کیا۔

جناب نصراللہ خان زیریے: 23 جولائی کا ہے۔

وزیر مکملہ زراعت و کواپریٹووز: 23 جولائی کے بعد آج کوئی تاریخ ہے۔

جناب نصراللہ خان زیریے: آج اگست کی 8 تاریخ ہے 10 دن پہلے جمع کیا ہے۔

وزیر مکملہ زراعت و کواپریٹووز: اچھا آج 8 ہے تو 10 دن کے دوران تو تین سیشن ہوئے ہیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: آیا تھا پھر وہ دو تین شمیم کا آیا تھا حکومت نے ریکوئیٹ کی تھی کہ۔۔۔

وزیر مکملہ زراعت و کواپریٹووز: چلوٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: تحریک یہ ہے کہ 23 جولائی 2019ء کو مشرقی بائی پاس کوئئہ میں بم دھا کے کے نتیجے میں متعدد بیگناہ افراد شہید ہوئے اور متعدد زخمی ہوئے۔ اس کے بعد 30 جولائی 2019ء کو باجا خان چوک سٹی پولیس تھانے کے قریب ہونے والے بم دھا کے کے نتیجے میں 4 بیگناہ شہری اور متعدد افراد زخمی ہوئے اسی طرح 30 جولائی 2019ء کو ٹوڑوب کے علاقہ طور دہرگی میں ایف سی کے چیک پوسٹ کے قریب سردار خان مندوخیل کو گولی مار کر شہید کر دیا اور دیگر کو زخمی کیا گیا۔ اخباری تراشہ مسلک ہے۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر واقعہ اور صوبے میں امن و امان کے مجموعی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔ آیا تحریک التوانہ نمبر 2 کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟ جو ارکان تحریک کے حق میں ہیں، وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔ تحریک کو باقاعدہ(2)75 کے تحت مطلوبہ ارکان کی اسمبلی کی حمایت حاصل ہو گئی ہیں۔ لہذا جناب نصراللہ زیریے صاحب آآپ اپنی تحریک التوانہ 2 پیش کریں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: thank you مسٹر چیئرمین! میں اسمبلی قواعد و انضباط کا راجحہ 1974ء قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوانہ دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ 23 جولائی 2019ء کو مشرقی بائی پاس کوئئہ میں بم دھا کے کے نتیجے میں متعدد بیگناہ افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ اس کے بعد 30 جولائی 2019ء کو باجا خان چوک، سٹی پولیس تھانے کے قریب ہونے والے بم دھا کے کے نتیجے میں 4 بیگناہ شہری اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔ اسی طرح 30 جولائی 2019ء کو ٹوڑوب کے علاقہ طور دہرگی میں ایف سی کے چیک پوسٹ کے قریب سردار خان مندوخیل کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور دیگر کو زخمی کیا گیا۔ اور 16 اگست کو حیدری مارکیٹ مشن روڈ پر دھا کے نتیجے میں ایک

فرد شہید اور دیگر زخمی ہوئے۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر مذکورہ واقعات اور صوبے میں امن و امان کے مجموعی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین: چونکہ قادر علی نائل صاحب، رکن اسمبلی کی جانب سے تحریک التوانہ 4 موصول ہوئی ہے جو میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ مورخہ 30 جولائی 2019ء کو میزان چوک، ہٹی پولیس خانے کے قریب ہونے والے بم دھماکے کے نتیجے میں 4 بیگناہ شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔ اسی طرح مورخہ 6 اگست 2019ء کو حیدری مارکیٹ، مشن روڈ کوئٹہ میں بم دھماکے کے نتیجے میں ایک دکاندار شہید اور متعدد افراد زخمی ہوئے، اخباری تراشہ مسلک ہے۔ جس کی وجہ سے کوئٹہ کے شہریوں میں شدید خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ لہذا اسمبلی کی آج کی کارروائی روک کر اس اہم اور فوری عوامی نوعیت کے عامل مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔ چونکہ تحریک التوانہ 4 اور تحریک التوانہ 2 ایک ہی نوعیت کے ہیں اگر اتفاق رائے ہو تو تحریک التوانہ 4 کو تحریک التوانہ 2 کا حصہ بنایا جائے؟

محترمہ لیلی ترین: جناب اسپیکر! کورم بھی پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: کورم کی نشاندہی ہو گئی ہے۔ لہذا 15 منٹ کے لیے وقفہ دیتے ہیں نماز کے لیے۔

(اجلاس دوبارہ 08 جگہ 15 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی اسپیکر شروع ہوا)

جناب ڈپٹی اسپیکر: آرڈران دی ہاؤس مٹھا خان کا کڑا آپ بہت شور کرتے ہیں۔ ایک تو آتے نہیں جلاس میں۔ مٹھا خان کا کڑا! آپ کیوں شور کرتے ہیں۔ چونکہ آرڈران دی ہاؤس ملک نعیم کا کڑا صاحب! چونکہ تحریک کو ایوان کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ لہذا تحریک التوانہ 4 کو تحریک التوانہ 2 میں کلپ کی جاتی ہے۔ اور آج کی نشست کے آخر میں بحث کیلئے منظور کیا جاتا ہے۔ میرزا بدلی ریکی صاحب، رکن صوبائی اسمبلی اپنی قرارداد نمبر 46 پیش کریں۔

حاجی میرزا بدلی ریکی: thank you جناب اسپیکر! بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ ہرگاہ کہ ضلع واشک رقبہ کے لحاظ سے صوبے کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ اور اس کا شمار پسمندہ ترین اضلاع میں اس لیئے ہوتا ہے کہ --- (مداخلت۔ شور) پہلے آپ کا سردار یار محمد صاحب نے بھی یہی کہا کہ اسپیکر ز آپ کے صحیح نہیں ہیں۔ ہم کیا کریں۔ پختہ سڑکیں نہ ہونے کی برابر۔ جسکی وجہ سے وہاں کے ٹرانسپورٹر، تاجر برادری عوام کو آمد و رفت کیلئے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ ماٹکیل تا نوکنڈی۔ جس کا فاصلہ 110 کلومیٹر بنتا ہے۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی میں شامل کر کے اس کی پختہ کرنے کو یقینی بنائیں۔ تاکہ وہاں کے ٹرانسپورٹر، تاجر برادری اور عوام کو آمد و رفت کے حوالے سے درپیش مشکلات کے

خاتمه ممکن ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 46 پیش ہوئی۔ admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

حاجی میرزادہ علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! ڈسٹرکٹ واشک میں تحصیل ماشکیل بڑا تحصیل ہے۔ یا ایران کے بارڈر پر لگتا ہے۔ ایک سو دس کلومیٹر ہے یہ نوکنڈی ٹو ماشکیل۔ بلیک ٹاپ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے تاجر۔ وہاں کی علاقے کے عوام درپیش مسائل سے دوچار ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم صوبائی حکومت، چاہے وفاقی حکومت۔ بہر حال خُدا را اس تحصیل، اس ڈسٹرکٹ میں اگر جناب اسپیکر صاحب! ہر سال اگر پانچ، پانچ کلومیٹر۔ دس، دس کلومیٹر دے دیتے۔ یہ نوکنڈی ٹو ماشکیل بلیک ٹاپ بن کر تیار بھی ہو جاتا۔ لیکن نظر انداز ہوا ہے ہر صوبائی گورنمنٹ آیا۔ اس کو بالکل نظر انداز کیا۔ آپ کا کوئی انتظامیہ کوئی ڈیپارٹمنٹ وہاں جانے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ماشکیل دس، پندرہ کلومیٹر ایران بارڈر پر ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ایران کی بھلی بھی وہاں سے نظر آ رہی ہے۔ بارڈر کے وہاں بلیک ٹاپ روڈیں بھی ہیں۔ ہمارے اس تحصیل میں بالکل ایک روپیہ کا کام نہیں ہوا ہے۔ بہر حال میں، جام صاحب یہاں نہیں ہے۔ آپ سب لوگوں سے پُر زور اپیل کرتا ہوں خُدا را اس کیلئے کچھ نہ کچھ کر لیں۔ اور جناب اسپیکر صاحب! یہ تحصیل آمن و امان کے حوالے سے قربانیاں بھی اس سرزی میں کیلئے۔ اس پاکستان کیلئے ماشکیل کی عوام نے دیا ہوا ہے۔ اور بھی دینے کیلئے تیار ہیں۔ علاقے میں آمن و امان الحمد للہ بالکل اُسی طرح بدستور ہے۔ باقی ڈسٹرکٹوں کے حوالے سے۔ یہاں جناب اسپیکر صاحب! یہ لوگ میرے باتوں کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ کہتے ہیں یہ ایسی ہی بات کر رہا ہے۔ آج فناں نشر اور فنشر ہیلتھ نے کہا کہ انشاء اللہ سی ایم صاحب آجائیں، ہم ان کے ساتھ مل کر بیٹھ کر کے یہ آپ کے ڈسٹرکٹ کا مسئلہ حل کریں گے۔ جناب اسپیکر صاحب! وہاں DHQ ہسپتال نہیں ہے۔ یہ شیم کا مقام ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ یہ کام چاہے روڑ ہو۔ چاہے ہسپتال ہو۔ وہاں ایک کام بھی ڈسٹرکٹ میں نہیں ہوا ہے۔ سوائے کرپشن کے۔ پچھلے بیس بچپس سال ایک سابق ایم پی اے نمائندہ آیا تھا سوائے کرپشن کے۔ نیب پتہ نہیں کہاں ہے۔ بار بار نیب سے کہہ رہے ہیں۔ بلوجستان میں نیب ہی ہے نہیں سوائے وہ زرداری اور نواز شریف کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ ہم خود جیران ہیں۔ آپ ذرا سا بلوجستان میں بھی آجائیں۔ جناب چیئرمین صاحب!۔ میری ملاقات پر ائم منشی عمران خان سے بھی ہوئی میں نے کہا خان صاحب آپ یہاں گھوم رہے ہیں کرپشن جو جو کر رہے ہیں پاکستان میں آپ مہربانی کریں بلوجستان میں آجائیں وہاں بھی ایک ڈسٹرکٹ ہے واشک وہاں بھی ایک کام نہیں ہوا ہے۔ آپ NAB on the ground کو بھیجیں وہاں دیکھیں کام ہوا ہے یا نہیں تو پیسے کہاں چلے

گئے تو خان صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے انشاء اللہ بھج دوں گا۔ ابھی آپ بھی اُسی پارٹی کے ہیں اپنے صاحب کیا کریں؟ آپ مہربانی کریں اس تحریک کیلئے۔ اس روڈ کیلئے کچھ نہ کچھ کریں۔ thank you جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ جی اختر حسین صاحب۔

میرا ختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! یہ انتہائی اہم قرارداد ہے۔ اگر اسکی اہمیت کو آپ دیکھ لیں۔ یہ کونڈی سے ماٹکیل تک یہ کوئی ایک سو دس یا ایک سو پندرہ کلومیٹر کا روڈ بنتا ہے۔ اور یہ ہمارا بارڈر ایریا ہے وہاں۔ جس طرح زا بدبھائی نے کہا کہ ہمارا وہاں بارڈر کا گیٹ بھی ہے۔ اگر اس روڈ کو، یہ روڈ پہلے بن جاتا تو وہاں سے شاید ہمارا بارڈر ٹریڈ بھی شروع ہو جاتا۔ جیسے تفتان کو access ملا۔ تفتان میں آپکا بارڈر ٹریڈ ہے۔ وہاں سے آپکو ریونیو آ رہا ہے ٹسکسز کی مدد میں باقی چیزوں کی مدد میں۔ کشمم ڈیوٹیز آ رہی آپکو۔ اسی طرح پنجگور کے بارڈر کو access through road ملا ہوا ہے۔ وہاں پنجگور سے دولکوں کے درمیان تجارت ہو رہی ہے۔ چن جناب آپکا ہے۔ اسکو access ملا ہوا ہے through RCD Road وہاں سے آپکا بارڈر ٹریڈ ہے۔ تجارت ہے۔ آپ کا ایکسپورٹ ہو رہا ہے۔ آپ import وہاں سے کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہماری بلیدہ اور زامران کے سائیڈ کے بارڈرز ہیں۔ ہمارا جو نی کا بارڈر ہے۔ وہاں سے آپکی ٹریڈنگ ہو رہی ہے۔ کیونکہ وہاں روڈ access دیا ہوا ہے اُنکو۔ اگر اس قرارداد میں admissibility کر کے اسکو ہم NHA کے حوالے کر لیں کہ اس روڈ کو on NHA کر لے۔ اور اسکو develop کر لیں۔ یہاں NHA روڈ بنالیں اور اسکو جو آپکا RCD, s

ہمارے بلوچستان کے اسکو RCD کا حصہ بنایا جائے۔ تاکہ NHA اسکو بنا بھی لے۔ اور بلوچستان کی عوام کو ایک تجارت کیلئے ایک اور پوائنٹ اُنکوپل جائیگا۔ اور وہاں ماٹکیل کی لیگل جو بنس ہے ہماری ایریاں کے ساتھ۔ وہ بھی آپکے improve ہو جائیں گے۔ اور یونیو بھی generate ہو جائیگا۔ اور اس علاقے کے لوگوں کو ایک moral support اور financial support مل جائیگی۔ تو میری آپ سے ریکووئٹ ہے۔ اور پوری ایوان سے میری یہ درخواست ہے کہ اس کو اس قرارداد میں amendment کر کے اسکو NHA کے حوالے کیا جائے۔ تاکہ اس کو RCD declare کر دیں۔ اور اس قرارداد کو NHA کو چھوادیں۔ تاکہ اس پر فی الفور کام شروع کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں اس میں لکھا ہوا ہے نیشنل ہائی وے اتحارٹی اس میں mention ہے پہلے سے۔ **وزیر زراعت و کوآپریٹورز:** تھوڑی سی اپنی تجاویز دوں گا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ جو بارڈر ایریا ہے۔ بہت بڑا روڈ بھی ہے۔ مختلف areas میں ہماری جو روڈ ابھی تک کچے ہیں۔ اور وسائل کی کمی کی وجہ سے۔ لیکن میں ایک چیز انکو بتانا

چاہتا ہوں کہ NHA کا اپنا ایک criteria ہوتا ہے۔ اگر یہاں ہم بھی ایک قرارداد پاس بھی کر لیں۔ اگر وہ on criteria کے مطابق تو یہ روڈ ادھر بھی رہ جائیگا۔ اور ادھر بھی رہ جائیگا۔ میں تو ریکی صاحب سے یہ درخواست، گزارش کروں گا کہ وہ NHA کے چیزیں میں سے ملیں۔ کہ وہ ہمیں کتنے روڈ یہاں دے سکتے ہیں۔ سوکلمو میٹر۔ پانچ سوکلمو میٹر۔ ہزار کلو میٹر۔ اگر وہ بننا چاہتے ہیں بلوچستان میں کچھ اپنے فنڈز سے۔ تو یہ فنڈ نہیں ملے گا۔ یہ روڈویسا ہی رہ جائیگا۔ کیونکہ انکا provincial criteria سے بھی رہ جائیگا۔ کیونکہ اسکی کوئی نہیں تو یہ رہ جائیگا۔ اور کون کون سی روڈوں کو وہ NHA بنایا۔ تو میری توجیہ توجیہ ہے کہ اگر ہم چار، پانچ بندے چیزیں NHA سے یافیڈرل منسٹر سے مل کر۔ اگر وہ agree ہو جائے تو ہم اس قرارداد کو پاس کر دیتے ہیں۔ اگر نہیں تو یہ قراردادویسے پاس ہو جائیگا۔ اور اسکی کوئی اہمیت نہیں رہ جائیگی۔ کیونکہ وہ اپنے criteria کے مطابق روڈوں کو لیتے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس کو پاس کر کے وہ ضرور اسکو لیں گے۔ وہ کہیں گے جی یہ ہمارے اُس میں نہیں آتا ہے۔ نہ ہمارے criteria کے مطابق یہ روڈ نہیں آ رہا ہے۔ یافلاں روڈ نہیں آ رہی ہے۔ فلاں نہیں آ رہی ہے۔ تو پھر یہ مسئلہ بنے گا۔ اگر ہم ان سے اس مطابق۔ اس طرح اپوزیشن کے دوست بھی ہو جائیں۔ ہمارے ٹریشری پیغام کے بھی ہو جائیں۔ کہ ہم ان سے ایک درخواست کریں۔ ایک گزارش کریں۔ کہ ہمیں ایک ہزار کلو میٹر روڈ آپ اپنے اُس criteria کے مطابق اپنے پاس رکھ لیں۔ ہمیں بنا کر دیں۔ پھر ہم یہ بھی روڈ لیں گے۔ ایک، دو، تین روڈ اور بھی دیں گے۔ تو پھر ہمارے لیئے ایک اچھا سا credit آیا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہے کہ جی ہم نے NHA سے یہ روڈ بنائی۔ تو اس پر اگر یہ لوگ کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ نہیں تو پاس کرتے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن وہ پھر رہ جائیگا۔ بلوچستان گورنمنٹ سے بھی رہ جائیگا۔ اور وہ بھی نہیں لیں گے۔ درمیان میں یہ لکھتا رہیں گا۔ کیونکہ criteria کو fulfill کر کے پھر وہ روڈ لیتے ہیں۔ اس پر اگر آپ لوگ دیکھ لیں۔

میرا ختر حسین لانگو: جناب اسپیکر! اس میں میری ایک تجویز ہے۔ زمرک بھائی کی بات اچھی ہے اپنی جگہ۔ اس میں logic بھی ہے۔ لیکن زمرک بھائی کی بات کو مزید weight دینے کیلئے اس قرارداد کو منظور کرتے ہیں۔ اور اس کو لیکر ہم NHA کے پاس ایک کمیٹی یہاں سے اناؤنس کی جائے کہ جی ہماری ہاؤس کی resolution بھی پاس ہے۔ اس میں ہمارے لیئے یہ specific problems ہیں۔ چونکہ ایک resolution کے attached proposals میں ہم اپنے باقی proposals کے resolution کے کوئی weight بھی نہیں ہے۔ اس میں ہم اپنے باقی proposals کے resolution کے کوئی weight بھی نہیں ہے۔ تاکہ ہماری بات کو weight بھی ملے۔ چونکہ اس آزربیجان ہاؤس کی طرف کر کے ہم NHA کے پاس جائیں گے۔ تو ہماری بات کو weight بھی ملے۔ اس پر اگر ہم آزربیجان ہاؤس کی طرف سے ایک resolution پاس ہو کر ہم اُنکے پاس جائیں۔ تو ہماری بات کا weight زیادہ اہمیت کا حامل ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آیا قرارداد نمبر 46 منظور کیجائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔

بی نصراللہ خان زیریے، رکن صوبائی اسمبلی آپ اپنی قرارداد نمبر 55 پیش کریں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: thank you جناب اسپیکر! ہرگاہ کہ صوبے کے مختلف کونسل کا نوں میں کمن بنچے جن کی عمر یہ سترہ سال سے کم ہیں، سے محنت و مشقت کا کام لیا جا رہا ہے۔ جونہ صرف ایک الیہ ہے۔ بلکہ چاندرا یکٹ کی کھلمن کھلا خلاف ورزی بھی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ چاندرا یکٹ کی خلاف ورزی کرنے والے کونسل ماکان کے خلاف فوری طور پر کارروائی عمل میں لانے کو یقینی بنائیں۔ تاکہ سترہ سال سے کم عمر بچوں کو محنت و مشقت سے بچایا جانا ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بی قرارداد نمبر 55 پیش ہوئی۔ یقیناً یہ ایک اہم قرارداد ہے۔ اسی طرح اور بھی اہم قراردادیں ہیں۔ آپ لوگ تھوڑی مہربانی کریں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے تھوڑی مختصر کریں۔ تاکہ ہم لوگوں کیلئے آسانی ہو سکے۔ اسکی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر صاحب! یقیناً چاندرا لیبر ہمارے ملک میں ایک بہت بڑا الیہ ہے۔ میں آپکو یہ جو International Program on the Illumination of Child Labour. اُنکے سروے کے مطابق اس وقت پاکستان دُنیا میں چاندرا لیبر کے حوالے سے، پہلے دوسرے دوسرے نمبر پر تھا، اب شاید پہلے نمبر پر آگیا ہے۔ اُنکی رپورٹ کے مطابق پانچ سال سے چودہ سال کے عمر کے بنچے۔ یا اُس سے بھی زیادہ سترہ سال تک کم از کم بہت بڑی figures ہیں چالیس میلن بنچے چاندرا لیبر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور یونیسکو کی رپورٹ آئی ہوئی ہے، ہمارے سامنے ہے، وہ بھی بڑا alarming position میں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جناب اسپیکر! میں particularly کونسل کا نوں میں مارواڑ کی اور مچھ ہے۔ باقی علاقوں میں سینکڑوں بنچے جو سترہ سال سے اُنکی عمر میں ہیں۔ وہ ان کونسل کا نوں میں کام کر رہے ہیں۔ تو پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بڑے حادثات بھی ہو جاتے ہیں۔ ابھی recently کتنے واقعات ہوئے کونسل مائنز میں۔ درجنوں لوگ، اگر آپ پچھلے ایک سال کا، دو سال کا آپ ڈیٹا اٹھا کر دیکھیں، کتنے لوگ وہاں مرے؟ اُس میں بنچے مرتے ہیں۔ بڑے بیچارے اس میں فوت ہوتے ہیں۔ اُنکا CNIC بھی ہوتا ہے۔ اُنہیں پیسے بھی ملتے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ۔ لیکن جب اُس میں سترہ سال اٹھا رہ سال کے کم بنچے جب کونسل کا نوں کی حادثات میں مرتے ہیں تو اُنکو پھر معاوضہ بھی نہیں ملتا ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک گھر کے دو، دو بنچے۔ دو، دو بھائی وہ کونسل حادثات میں مرتے ہیں۔ لہذا یہ ایسا قرارداد ہے۔ یہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ دُنیا میں آپکو پتہ ہے کہ پاکستان سیالکوٹ وغیرہ میں جب فنبل بنتے تھے

ورلڈ کپ کیلئے۔ باقی کیلئے۔ پھر جا کر کے انہوں نے پابندی لگادی۔ کہ آپ کے قبائل ہم اس لیے نہیں خرید رہے ہیں کہ آپ کے قبائل کی جو فیکٹریاں ہیں۔ وہاں بچے کام کرتے ہیں۔ پھر جو ہمارے ادارے ہیں UNICEF ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں اس Save the Children ہے۔ وہ بھی اس حوالے سے بڑا کام کر رہا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں اس قرارداد منظور کیا جائے۔ اور حکومت اس جو ہماری متعلقہ منسٹری ہے مائنز میں۔ وہ اسکے حوالے سے سخت اقدامات اٹھائیں۔ جن جن کو نکل کانوں میں جو جو مالکان ان بچوں سے کام لیتے ہیں۔ جن کی عمریں کم ہیں۔ کم از کم ان مائنزاں کو بند کریں۔ ان پر جرم آئند کریں Inspectorate of Mines۔ سیکرٹری مائنزاں یونیٹ منزرا۔ وہ ویسے جاتے تو نہیں ہے۔ کسی مائنزاں کا جب بھی حادثہ ہوتا ہے۔ وہ جاتے بھی نہیں ہے۔ تو انکو باند کریں کہ ان مائنزاں کا دورہ کریں۔ پوری ایک لسٹ منگوالیں۔ کتنے بچے یہاں کام کر رہے ہیں۔ ہماری اطلاعات کے مطابق سینکڑوں بچے ان کو نکلے مائنزاں میں کام کر رہے ہیں۔ تو میری حکومت سے استدعا ہوگی۔ اس حوالے سے آپ لوگ اسٹرکٹی اقدامات اٹھائیں۔ اور مکمل ہاؤس کو روپرٹ بھی دے دیں۔ اور یہ قرارداد منظور بھی کر لیں۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ نصر اللہ زیرے صاحب۔ جی زمرک خان اچکزئی صاحب۔

وزیر زراعت و کوآپریٹوؤز: یہ جو قرارداد نصر اللہ زیرے صاحب نے جو پیش کی ہے حقیقت میں یہ Child Act تو دنیا میں موجود ہے، صرف پاکستان میں نہیں ہے کہ 17 سال سے کم عمر کے بچوں سے مشقت یا ان سے مزدوری نہیں کرائی جائے۔ لیکن ہمارے ملک میں سب سے زیادہ Child Act کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، یہ نہیں کہ گورنمنٹ جان بوجھ کے اس کو کرنے دیتی ہے۔ بلکہ گورنمنٹ سے چھپا کے لوگ کرتے ہیں اور ان پر مشقت کرتے ہیں اور ان سے مختلف جگہوں میں جس طرح کوئی ذکر کی گئی، کوئی کی کانوں میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ یہ بچے جو ہوتے ہیں ان بچوں کی ذریعہ معاش ہوتی نہیں ہے اور یہ بہت کم اجرت پر ان کو لے لیتے ہیں۔ جس طرح اگر ایک بڑا جو مزدور ہوتا ہے۔ وہ اگر بیس ہزار روپے لیتا ہے تو یہ بچوں کو 5 ہزار، 3 ہزار، 2 ہزار مہینے کے دیتے ہیں اور ان سے یہ مشقت لیتے ہیں اور ان سے یہ ناجائز طریقے سے ایکٹ کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو اس سے کام لیا جاتا ہے۔ تو اس کی یہ قرارداد جو ہے انہوں نے جو مطالبات کی ہیں ان کی تحقیقات اور انکے خلاف کارروائی کریں۔ یہ جو concerned department ہے مائنزاں یونیٹ میں کی جو مائنزاں ہوتے ہیں تو ہم ان کے سیکرٹری سے اور ان کے حوالے کرتے ہیں اور بلکہ وزیر اعلیٰ سے تعلق رکھتا ہے یہ ڈیپارٹمنٹ۔ تو انشاء اللہ ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ آپ کی نہیں یہ ہماری سب کی یہ قرارداد مشترکہ کر کے ہم ان کے حوالے کرتے ہیں۔ اور ساری تحقیقات دیتے ہیں اور جو بھی اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں قانون کے مطابق ان کے

خلاف کارروائی کی جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ زمرک خان صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیریے: میں زمرک خان اچکزئی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پر یقین دہانی کرائی ہے ہاؤس کی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

نوایزادہ گہرام گیٹھی: جناب اسپیکر! جو اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں، اُس کامیں نے بریفنگ بھی لیا ہوا ہے اور یہ مائنراہینڈمنرلر کے لئے بہت بڑا issue time ہے۔ اور اس time جو حکومت کے جو قانون ہیں، وہ بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ اور اس کے لئے ایک لاءِ بہت جلدی ہم لوگ table کرنے والے ہیں اور یہ انشاء اللہ عید کے بعد لا نئیگی اور یہاں آپ لوگوں کے سامنے رکھیں گے۔ کیونکہ ابھی تک جو fines گائے جاتے ہیں یہ جتنے mines owners کے اوپر، جس کے اوپر safety regulation یا child labour کا بہت کم ہے اُس کے اندر maximum 20 thousand rupees ہیں آج کے زمانے میں تو ایک آدمی جب کروڑوں روپے ایک mine owner کمار ہے ہیں تو 20 یا 30 ہزار کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ابھی اس کو بڑھا کر ہم لوگ کم سے کم میرے خیال میں لاکھوں میں لے کر آئیں گے۔ اور بہت جلدی وہ table ہو گا جی اور انشاء اللہ اسمبلی میں وہ آپ لوگوں کے سامنے آئیگا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا قرارداد نمبر 55 منظور کی جائے۔ منظور ہوئی۔ چونکہ شاء بلوچ صاحب۔۔۔ (مداغلت) نہیں وہ تو محکر کرے گا۔ نہیں اگلے اجلاس کیلئے وہ کرتے ہیں، تب تک وہ آجائیں گے۔ آپ کو پھر میں الگ سے بات کرنے کا موقع دے دوں گا۔ صحیح ہے۔ جی ملک نصیر احمد شاہوی صاحب! آپ اپنی قرارداد نمبر 63 پیش کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ہرگاہ کہ حالیہ دنوں میں صوبے کے مختلف اضلاع میں ٹڈی ڈل کی یلغار کے باعث لاکھوں ایکڑ اراضی پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ سے زمینداروں اور کسانوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ جسکی وجہ سے صوبے کے زمینداروں اور کسانوں میں مایوسی اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہذا یا وان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ صوبے کے زمینداروں اور کسانوں کی مالی معاونت کرنے کو یقین بنائے تاکہ ان میں پائی جانے والی مایوسی اور بے چینی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ ملک صاحب! admissibility کی وضاحت کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں ایک عرصے کے بعد ایک

دفعہ پھر بلوچستان میں اور ملک کے کچھ دیگر صوبوں میں بھی ٹڈی ڈل کا ایک بہت بڑا میلگار ہوا ہے۔ سب سے زیادہ متاثر اس ضمن میں بلوچستان ہوا ہے۔ اور اس وقت بلوچستان کے تقریباً 10 اضلاع۔ جس میں کچھ، گوادر، پنگور، بیله، خضدار، آواران، خاران، نوشکی، چاغنی، واشک اور نصیر آباد ہیں۔ یہ انتہائی متاثر ہوئے ہیں۔ جناب اپنے صاحب! یہ ٹڈی ڈل جنوری 2019ء میں سودان کے red-sea سے ہوتے ہوئے سعودی عرب اور اس کے بعد میں میں داخل ہوئے تھے۔ تو سعودی عرب نے فوری اس کو نظرول کرنے کیلئے وہاں سپرے بھی کی اور سپرے کرنے سے اپنے ملک میں قابو پالیا۔ لیکن بدقتی یہ ہے کہ جب اس کے بعد یہ ہمارے ملک میں آئے اور سب سے پہلے یہ بلوچستان میں داخل ہوئے اور بلوچستان کے علاقے دشت اور گولائچ میں تو یہ علاقوں سے ہوتے ہوئے اس کو متاثر کرتے ہوئے بلوچستان کے دیگر اضلاع میں بھی پہنچ گئے جس کامیں نے آپ کو مثال بھی دیا۔ اور ان اضلاع میں میرے خیال میں اب تک تقریباً 14 سو میلین کا جوان کا اندازہ ہے یہ جو وفاقی فیڈر پلینٹ پروٹیکشن اس مسئلے کو deal کرتی ہے۔ ان کا اندازہ یہ ہے کہ اتنا نقصان ہوا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں کوئی proper سروے اب تک ہوا ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے تدارک کیلئے کوئی بڑے پیمانے پر سپرے کی گئی ہے۔ جناب اپنے صاحب! اس کیلئے FAO کا یہ مینڈیٹ بنتا ہے، یہ اس کو نشاندہی کرنا پڑتا ہے یہ پلینٹ پروٹیکشن کا ڈیپارٹمنٹ ہے اس کا تعلق وفاق سے ہے۔ بدقتی یہ ہے کہ اس صوبے کے اندر جو پلینٹ پروٹیکشن کے دفاتر ہیں وہاں غیرفعال ہیں۔ اور میرے خیال میں بعض دفاتر تو اب بند ہو چکے ہیں اتنے بڑے پیمانے پر نقصانات کے باوجود اس بڑے مرض کے جب میں قومی اسمبلی کے ایک اجلاس وہاں دیکھنے گیا تو اس دن ہماری پارٹی کے سربراہ سردار اختر جان میں گل کی تقریبی تو ہم اس دوران گئے تھے وہاں سندھ کے کچھ علاقوں کو اس مرض نے متاثر کیا تھا۔ وہاں قومی اسمبلی کے ایوان میں بلاول بھٹو سے لیکر میرے خیال میں سندھ کے کئی لوگوں نے اس مسئلے پر بات کی ہے۔ اور سب سے زیادہ اس صوبے جن کے دس اضلاع متاثر ہوئے ہیں اس صوبے میں میں نے یہ قرارداد بچھلی دفعہ لایا تھا کہ یہ فوری ایک مسئلہ ہے۔ قرارداد لیکن آج خوش قسمتی یہ ہے کہ ہمارے نسٹر صاحب بھی موجود ہیں اور اس قرارداد پر بات ہو رہی ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اس وقت بلوچستان کے ان دس اضلاع میں تقریباً نو ہزار ایکٹر، یہ plant protection کا ایک data ہے، انہوں نے کہا ہے کہ 9 ہزار ایکٹر متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن ہم جب اپنی لوکل زمینداروں سے پوچھتے ہیں یہاں بھی یہ داخل ہوئے ہیں اور اس علاقے کو ایک ہی رات یا ایک ہی دن یادوؤنوں میں یہ ختم کر دیتے ہیں۔ خاص کر ہمارے تربوز، خربوز، ٹماٹر اور انگور کے پتوں تک بھی انہوں نے مکمل ختم کئے ہیں اور اس دس اضلاع کے زمینداروں کے لئے میرے خیال میں آج تک نہ اخبارات میں، نہ سوشن میڈیا میں، نہ ہماری اسمبلی میں، نہ اس

صوبائی حکومت نے کوئی خاص اقدامات کئے ہیں۔ ہمارے منظر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کچھ کوششیں کی ہیں۔ کیونکہ میرا ان سے رابطہ رہتا ہے۔ چونکہ یہ ادارہ میں نے کہا ہے کہ federal plant protection اس کی مینڈیٹ میں جاتا ہے۔ اسلئے جب انہوں نے یہاں کوئی سپرے کیلئے جہاز پر کرنے کیلئے انہوں نے وہ کی، تو اُس کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ سیکورٹی کی وجہ سے کیونکہ بڑے پیمانے پر اس قسم کے مرض ہوتے ہیں تو اُس کو فوری کنٹرول کرنے کیلئے جہاز کے ذریعے اسپرے کی جاتی ہے اور وہ مسلسل سپرے کی جاتی ہے۔ تاکہ یہ آگے نہ پھیلے۔ چونکہ یہاں کوئی اسپرے ہو ہی ہی نہیں اور نہ جہاز کو اسپرے کرنے کی اجازت دی گئی۔ نہ federal plant protection میں کوئی اسپرے میں زمینداروں کو یا کوئی اس قسم کے وہ نہیں دیئے۔ اس وجہ سے یہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اور اس طرح دس اضلاع سے ہوتے ہوئے آگے چلے گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! اب ایک food and security web-site ہے اکتوبر میں دوبارہ ان اضلاع کو متاثر کر سکتا ہے۔ تو بدقتی یہ ہے کہ یہ ایک دفعہ پہلے یہ مرض بلوچستان ان اضلاع سے ہوتا ہوا، نقصانات کرتا ہوا چلا گیا۔ جس کا کوئی تدارک نہیں ہوا۔ اب دوبارہ وہاں نشانہ ہی کی گئی کہ اگر یہ موسم اسی طرح رہا کیونکہ جس سال ہمارے جلوکل زمینداروں کا کہنا ہے کہ جس سال زیادہ بارشیں ہوتی ہیں، آبادی ہوتی ہے تو پھر یہ ٹڈی ڈل کا حملہ اکثر ہو جاتا ہے۔ تو اللہ کی مہربانی سے اس سال بہت بڑی بارشیں ہوئی ہیں، خاص کر بلوچستان کے اندر خشک سالی بھی رہی، کافی عرصے تک۔ کیونکہ ہماری اسی اسمبلی نے ہم نے خشک سالی پر قرارداد بھی لائی۔ لیکن اُس کے بعد جب بارشیں ہوئیں اُس کے بعد سیالاب بھی آگیا۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے جناب اسپیکر صاحب! یہ دس اضلاع متاثر ہو گئے ہیں۔ اسکے لئے نہ کوئی اسپرے کیا گیا۔ کیا کوئی صوبائی حکومت کی طرف سے کچھ انکودے دیئے گئے منظر صاحب اگر اس کی تصحیح کریں۔ تو وہ 4 ہزار لیٹر کے قریب انہوں نے پیشی سایہ تفہیم کئے ہیں لیکن 4 ہزار لیٹر کا مقصد یہ ہے کہ یہ صرف دشت کیلئے بھی ناکافی ہے۔ تو اسکے لئے میری منظر صاحب سے گزارش ہے کہ آج اس قرارداد کو ہم سب مشترکہ طور پر اس کو منتظر کریں گے۔ تو ہماری یہ مطالبہ ہونا چاہیے وفاقی حکومت سے ایک تو آنے والے دنوں کا جو خطرہ ہے، اُس سے منٹنے کیلئے اکتوبر میں، اُس کی تدارک کیلئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ دو یا تین مہینوں کے بعد یہ آنے والا ہے؟ دوسرا یہ ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر یہ زمینداروں نے، ہمارے ہاں صرف ایک ہی سیزن ہوتی ہے۔ ہمارے جو پھل ہیں، فروٹ ہے جو لوگ لیتے ہیں یہ جن علاقوں سے گزر کر گیا اُن علاقوں میں یہ نقصان ہو چکا ہے۔ اُن کو دوبارہ، اُن کی بحالی کیلئے ہم کیا کرنا چاہیں گے؟ تو میری گزارش ہے کہ بلوچستان حکومت پاکستان اور حکمہ پلانٹ پروٹکشن سے۔ پھر بدقتی یہ ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! اس میں ایک

اور چیز بھی ہے۔ اس میں ٹڈی دل کا جو بڑا حملہ بلوچستان میں ہوا لیکن وفاقی حکومت اور FAO نے سندھ اور پنجاب کے آفیسروں کو ٹریننگ دی ہے۔ بلوچستان کے کسی آفیسر کو اب تک اس سلسلے میں کوئی ٹریننگ بھی نہیں دی ہے۔ جہاز کی سپرے تو اپنی جگہ پر۔ متأثر سب سے زیادہ بلوچستان ہوا۔ دس اضلاع اس کے۔ بلوچستان کیونکہ یہ زمینی جس ایریے سے ہوتا ہوا یہ ہمارا کوٹل ایریا ساتھ ہی ایران کی بارڈر تک جاتا ہے۔ تو یہ ٹریننگ بھی سندھ اور پنجاب کے آفیسروں کو ہوئی ہے اور ہمارے یہاں ایک بھی ایگری کلچرڈ پارٹمنٹ کے کسی آفیسر کو ٹریننگ نہیں دی گئی ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو ہمارے ایگری کلچرڈ پارٹمنٹ کے لوگوں کو ٹریننگ دینے کیلئے۔ کیونکہ اس کے لئے یہاں کل لوگوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے نہیں کیلئے۔ اور آنے والے اکتوبر میں جب یہ دوسرا حملہ ہونے والا ہے یا جس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یا یہ web-site پر اپنا food and security compensation ضرور ملنی چاہیے۔ اور اکتوبر میں جو اسکی نشاندہی کی گئی ہے اُسکو روکنے کیلئے ابھی سے منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ بہت مہربانی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی زمرک خان اچکزئی۔

وزیر زراعت و کاؤپریٹوں: جناب اسپیکر صاحب! حاجی صاحب نے تفصیل دی جو میں تفصیل دینا چاہتا تھا تقریباً دو تین چیزیں اگر رہ گئی تو میں ان کا ذکر کروں گا، یہ جو ٹڈی دل ہے بالکل یہ تقریباً جنوری 2019ء میں سودان اور red sea میں وہاں دیکھنے میں آیا لیکن فروری 2019ء میں پھر یہ موسیٰ حالات اُس کو نامناسب ہونے کی وجہ سے جو کنٹرول نہیں ہوا کا تو یہ سعودی عرب اور یمن کی طرف پھیل گیا اور پھر وہاں سے ایران کی طرف آیا۔ حالانکہ سعودی عرب اور ایران نے سپرے کیا لیکن کچھ نجح نہیں کیا۔ ایران سے بلوچستان میں آئے اور یہ مارچ 2019ء میں داخل ہوئے۔ ایک قدرتی آفت ہوتی ہے قدرتی طریقے سے یہ وہاں سے شروع ہوا یہاں تک پہنچا۔ پھر ہم نے رابطہ کیا جو federal plant protection emergency نامناسب رہا۔ بنیادوں پر انہوں نے اپنے کارروائی شروع کی لیکن نامناسب وسائل کی وجہ سے کہ وہ زیادہ سپرے وہ control نہیں کر سکا وہاں انہوں نے بتائی جو کولا نخ اور درشت کے علاقے میں پہلے وہ ادھر ہی آئے۔ تو نامناسب وسائل کی وجہ سے یہ پھر یہ دس ڈسٹرکٹس میں جس میں تربت، گوادر، پنجور، سبیلہ، خضدار، نوشکی، چاغی، خاران، آواران اور واشک تک یہ چلے گئے ہیں حالانکہ حاجی صاحب کو پتہ ہے کہ جب

یہ بھی مجھے فون کرتا میں direct extension کے DG کو اور ان کا جتنا بھی عملہ ہے میں انکو alert کر کے وہ اپنے فڈ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کیا خدمت کی بنیاد پر کہہ دیں وہ خود کرتے تھے۔ جس طرح انہوں نے کہا کہ ہم نے وہ تقریباً مارچ 2019ء سے لیکر جولائی 2019ء تک تقریباً 9 ہزار ایکٹر اس سے متاثر ہوئے اور ڈیڑھ ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ لیکن یہ جو survey ہوتا ہے funds ہیں نہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ ہم اس میں استعمال کریں لیکن پھر بھی انہوں نے کہا 4 ہزار 6 سو 36 لیکٹر جوز ہر ہے جو سپرے ہیں وہ ہم نے دیئے ہیں اور 245 عدد سپرے مشینیں ہم نے اپنے اگر یک ڈیپارٹمنٹ نے زمینداروں کو دیئے ہیں جس میں 3 لاکھ 67 ہزار pump ہیں اور تقریباً پچاس لاکھ تک ہم نے اپنے ڈیپارٹمنٹ سے اور کچھ لوگوں نے بھی اس میں مد کی کچھ سپرے جو ہیں زرعی زہر کی جوسودا گر ہیں یا انکی جو ایجنسیز ہیں انہوں نے ہمارے ساتھ مدد کی لیکن پھر بھی اس سے 12 سو ایکٹر پر ہماری گاڑیوں کے ذریعے وہ سپرے ہوا جس طرح جہاز کی اجازت نہیں ملی تو ہم نے اس کے ذریعے یہ کر دیا۔ لیکن ابھی یہ ہے کہ ہم نے ایک move summary کی ہے ہم نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کہ جو emergency حالات میں اگر کوئی خدا نخواستہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو اس کی ہم اپنی مشینی ہمارے پاس ہو سپرے کے ستم ہوتے ہیں گاریاں ہوتی ہے یہ بڑی بڑی گاڑیاں جو یہ pickup گاڑیاں ہوتی ہیں اس میں یہ سپرے مشینیں fit ہو جاتی ہیں، پھر یہ چلے جاتے ہیں اور اس area میں سپرے کرتے ہیں کیونکہ pump سے ایک زمیندار اپنے ایک دو تین ایکٹر بچا سکتا ہے as a whole area نہیں نچ سکتی ہے۔ تو ہم نے کی ہوئی ہے اور ہم نے چیف منٹر صاحب سے بھی بات کی ہے لیکن اس میں شاید کچھ time لگے لیکن ہمارے اور اس وقت درمیان میں ہمارا جو provincial department ہے اور federal plant protection ہے اور ہم اس وقت رابطے میں ہوتے تھے اور ایک ایک فون پر ہم انکو بھجوتے تھے خسارے سے فون آیا، چاغی سے مجھے عارف جان محمد حسni نے فون کیا ہم نے ایک دفعہ کیونکہ وہ پہنچ نہیں سکتے رقبے کی وجہ سے فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے control نہیں ہو سکا۔ لیکن پھر بھی جو کچھ متاثر ہوا اور کچھ control ہوا لیکن ابھی جو FAO ہے اُنکی ایک website ہوتی ہے یہ Food and Agriculture Organization ہے جو FAO ہے اس کے website سے آپ کو پتہ چلتا ہے کہ کس موسم میں یہ پھر حملہ کرنے والے ہیں۔ تو پھر ہم اس کیلئے بندوبست کرتے ہیں۔ ابھی ہماری مکمل جو ڈیپارٹمنٹ ہیں وہ اپنے website پر روزانہ کی بنیاد پر وہ دیکھتے ہیں لیکن اس طرح کوئی خطرہ ہے کہ اگست کے آخر میں یا ستمبر کے وسط میں پھر یہ حملے کر کے، پھر آنے کا خطرہ ہے اور

حملہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اُس کے لئے ہم نے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ رابطے میں ہیں۔ ہم پھر یہ کوشش کریں گے کہ اپنی جو یہ مشینری ہے جلد سے جلد اگر ہمیں approval ملتی ہے تو ہم اُس کی خریداری کرتے ہیں اور یہاں جس area میں یا آتے ہیں اُس کے لئے ہم پہلے سے سپرے کا بندوبست کرتے ہیں۔ تو اگر حاجی صاحب کہتے ہیں تو ہم اس کو منظور بھی کرتے ہیں اگر نہیں تو اس کو نہادیتے ہیں اور اس پر ہم عملدرآمد شروع کر دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ زمرک خان اچکزی صاحب۔ تو ملک صاحب! اس کو قرارداد کی صورت میں لا لیا جائے کہ منظر صاحب کی باتوں سے آپ متفق ہو کر نہادیتے ہیں اس کو؟

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب اسپیکر! چلو میں کوشش کروں گا کہ میری آواز آپ تک پہنچے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ آپ کی آواز آرہی ہے ملک صاحب ویسے یہ side والے تھوڑا وہ کر رہے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوی: ویسے اسکا proper survey کیا جائے ہمارے نقصانات کا اور ہمارے زمینداروں کا جو نقصان ہوا ہے اس کو compensation دینا چاہیے۔ آواران، کچ، یہ جو اس بیلٹ میں وس ہیں واشک اور area میں بہت بڑا نقصان ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! آپ کی یہ قرارداد کی صورت میں ہم لوگ کریں؟

ملک نصیر احمد شاہوی: ہم کہتے ہیں کہ اس کیلئے منظر صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جائے اگر ہم وفاقی حکومت سے لیٹر کے ساتھ ساتھ وفاقی وزیر خوراک وزرا عہد سے مل سکتے ہیں کہ ہماری یہ پریشانی ہے اور آنے والے دنوں میں، اور ہم اپنے زمینداروں کے compensation کی بھی بات کریں گے اُسی سے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو اس کو قرارداد میں لایا جائے؟ صحیح ہے۔ آیا قرارداد نمبر 63 منظور کی جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔

محترمہ شکلیہ نوید قاضی صاحبہ اور محترمہ زینت شاہوی صاحبہ، اراکین اسمبلی میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 64 پیش کریں۔

محترمہ شکلیہ نوید قاضی: جناب اسپیکر صاحب! thank you so much! لیکن اس قرارداد کو پیش کرنے کا میرا مقصد یہی تھا جو پہلے دنوں تیراب سے خواتین اور بچوں کو جلایا گیا لیکن اس وقت ہمارے ہوم منظر صاحب ہی نہیں ہیں، آئی جی یا ڈی آئی جی میں سے بھی کوئی بھی نہیں ہے اس وقت۔ تو اگر آپ اسکو defer کر دیں next ہماری خواتین کچھ ممبر نہیں ہیں، تو اسکو defer کر دیں اگلے اجلاس کیلئے۔ اس کو ہم دیکھ لیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں چلیں، اسی طرح کرتے ہیں قرارداد نمبر 64 کو defer کیا جاتا ہے۔

جی جناب نصراللہ خان زیرے صاحب اور جناب قادر علی نائل صاحب کی جانب سے کلپ شدہ تحریک التوانہ 2 اور 4 پر بحث۔ جناب نصراللہ خان زیرے صاحب آپ کلپ شدہ تحریک التوانہ پر بحث کا آغاز کریں۔ اور محکمین کو اس میں 15، 15 منٹ کا اور جو اور ارکین ہیں وہ دس دس منٹ اس پر بات کر سکتے ہیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you جناب اپسیکر صاحب! یہ تحریک التوانہ بحث کا آغاز کر رہے ہیں۔ امن و امان کی مجموعی صورتحال ملک کے حوالے سے اور صوبے میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ صورتحال دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اگر آپ جنوری 2019ء سے لیکر کے آج اگست کی 8 تاریخ ہے اس میں آپ دیکھیں گزشتہ ان 8 مہینوں میں تو بم دھا کوں، خودش حملوں، street crimes، اتنی بڑی طویل فہرست ہے صرف میں گزشتہ 14 دنوں کی بات کروں گا۔ ان 14 دنوں میں 3 دھماکے ہوئے شہر میں، 23 جولائی کو واقعہ ہوتا ہے پھر 30 جولائی کا واقعہ، اسی طرح پھر ژوپ میں ایک FC کے چیک پوسٹ پر وہاں کے ایک مقامی نوجوان سردار خان مندوخیل کرو کا جاتا ہے پھر اس پر گولیاں چلتی ہیں، پھر اس کو شہید کیا جاتا ہے، پھر انکی لاش لائی جاتی ہے، دو دن اُس کی لاش پڑی ہوتی ہے، شہر میں، تمام سیاسی پارٹیاں اُس پر احتیاج کرتی ہیں لیکن حدیہ ہے کہ اُس کا FIR تک نہیں ہوا۔ اور ابھی آپ نے دیکھا کہ پرسوں جو دوسرے واقعہ ہوامش چوک پر حیدری مارکیٹ میں۔ اور ان 14 دنوں میں کوئی تین واقعات بیہاں ہوئے ہیں کوئی شہر میں۔ کم از کم کوئی 11، 12 بندے اُسمیں شہید ہوئے ہیں، اور 80 سے زائد لوگ ان 3 واقعات میں زخمی ہوئے ہیں۔ جناب اپسیکر! اگر آپ دیکھیں ماضی میں آپ جائیں تو ان دہشتگردی کے واقعات کا پورا ایک تفصیل ہے، آج 8 اگست ہے اگر تین سال پہلے آپ جا کے دیکھیں 8 اگست 2016ء کو واقعہ ہوتا ہے جس میں ہمارے کلاعہ شہید ہوئے اتنی بڑی تعداد میں ہمارے کلاعہ کی اتنی بڑی گیپ جو شاید ہی، ہم آنے والے پچاس سال بیس سال، تیس سال میں ہم اس کی کمی کو پورا کر سکیں، وہ واقعہ ہو جاتا ہے پھر خبر پختونخوا میں، پھر آپ کا سطلی پختونخوا جسے فاتا کہا جاتا ہے اُس میں جو واقعات ہوتے رہے ہیں خودشی کے بم دھماکوں کے، کم از کم کوئی وہ جو figure دیا جا رہا ہے کوئی 90 ہزار کے قریب لوگ ان دہشتگردی کے واقعات میں شکار ہوتے ہیں اُس میں اکثریت فاتا، سطلی پختونخوا، خبر پختونخوا یا پھر بیہاں کے ہمارے لوگوں کے ہیں۔ جناب اپسیکر! اسی طرح کے واقعات اتنے زیادہ ہو رہے ہیں کہ اب ہم حیران ہیں کہ کس کس واقعہ کو تم لے لیں۔ یہ پورے واقعات اس کی ایک بڑی تاریخ ہے، ہمارے ملک کی آمریت نواز قوتوں کی، ہمارے ملک میں وہ غیر جمہوری قوتوں نے بالخصوص جب افغانستان میں ایک اندرونی انقلاب آتا ہے اُس کے خلاف عالمی استعماری قوتوں، امریکہ اور عرب شیوخ جو رجعی قوتوں ہیں، چینا کی شاونسٹ قوتوں میں یہ سب مل کر کے اُسے اسلام کا ایک لبادہ ووٹ کہہ کے اس جنگ کا آغاز کیا

جاتا ہے افغانستان میں مسلح مداخلت اور جاریت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہ پھر یہ سلسلہ شروع ہو کر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ اذان عشا)

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر صاحب! میں بات کر رہا تھا ان دہشت گرد قوتوں کی ان کی جو مسلح تنظیمیں قائم کی گئیں، ان کی تربیت گاہیں قائم کی گئی۔ اور پوری ان کی ایک کیپ تیار کیا گیا اور پنجاب اس کا مرکز بنایا گیا، بہت بڑی ہشتنگر تنظیموں کا پنجاب میں وہاں مرکز ہے ایک مرکز نہیں ہے درجنوں مرکز ہیں۔ ایک ایک شہر کو آپ لے لیں اور اس کا ہمارے مقتند روتوں کا اس کو مکمل سپورٹ رہا ہے۔ اور مارشل لاء کے دور میں ان کی پوری طرح ان کو funding کی گئی، باہر دنیا سے ان کی funding کی عرب شیوخ نے ان کی بڑی تعداد میں funding کی۔ اور ایک ایسا قوت یہ بن گئے کہ اب تمام دنیا کے لیے یہ خطرہ بن گئے ہیں۔ اب کسی کے کنٹرول میں نہیں ہیں، حتیٰ بھی تدبیریں ہوتی ہیں وہ بے سود ہوتی ہیں۔ اور پھر ریاست کی جو پالیسی رہی ہے، پچھلے دور حکومت میں جب پشاور کے پیک اسکول کا واقعہ ہوتا ہے اُس کے بعد ایک نیشنل ایکشن پلان بنتا ہے اُس کے 22 نکات ہوتے ہیں لیکن جو 22 نکات تھے نیشنل ایکشن پلان کے آج تک اُس پر من و عن عمل نہیں ہوا اُس کے روح کے مطابق عمل نہیں ہوا آج بھی ریاست کی یہ پالیسی ہے کہ good and bad، ہشتنگر دیں فرق کیا جاتا ہے۔ اور جب تک یہ فرق جاری رہے گا، یہ ہشتنگر دی کے واقعات ہوتے رہیں گے۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ یہ اس پوری دہشت گردی کو ایک خاص سازش کے تحت ہمارے یہاں اس علاقے میں shift کیا جا رہا ہے۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ چمن میں واقعات ہوئے، پشین میں ہوئے، قلعہ سیف اللہ میں واقعہ ہو جاتا ہے لیویز کے آفسروں کو اہلکاروں کی شہادت کا واقعہ ہوتا ہے، اور الائی میں DIG office میں واقعہ ہوتا ہے اُس کے خلاف اور الائی کے عوام کا ایک پر امن احتجاج ہوتا ہے اُس پر امن احتجاج میں پولیس نے جو اُس پر دھاوا بول دیا اُس میں پروفیسر ارمان لونی شہید کے شہادت کا المناک واقعہ ہوتا ہے۔ اور پھر اُس پولیس آفسر کے خلاف جب FIR ہوتی ہے، پہلے تو FIR نہیں ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو اُس کو وہاں تھانے میں ہی wash کیا جاتا ہے۔ اور پھر آپ نے دیکھا لکھنائی کا واقعہ ہوا، سنجاوی میں 6 لیویز اہلکاروں کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ اُس کے بعد ہرنائی کے خواست میں واقعہ ہو جاتا ہے، اور پھر آپ نے دیکھا ہزار گنجی کا واقعہ ہوا، پھر پشوتوں آباد کے رحمانیہ مسجد کا واقعہ ہو جاتا ہے۔ پھر سیٹلائزٹ ٹاؤن کے جامع مسجد کے سامنے بم بلاسٹ ہوتا ہے، وہاں واقعہ ہوا اُس میں بیگناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ پھر مشرقی بائی پاس کا واقعہ ہوتا ہے، پھر بacha خان چوک کا واقعہ ہوتا ہے اور پرسوں آپ نے دیکھا کہ یہاں مشن

روڈ چوک پر حیدری مارکیٹ میں واقعہ ہوتا ہے۔ تو یہ جو ہماری یہاں پر ابھی جب پچھلے دنوں ہم نے data مانگا۔ یہاں ہم اربوں روپے، چالیس ارب روپے ہم صرف law and order کے خرچ کر رہے ہیں۔ ہم تقریباً دو ارب روپے صرف ایف سی کو سالانہ دے رہے ہیں۔ لیکن ان تمام forces کے باوجود واقعات کا کنٹرول ہونا ناممکن بن گیا ہے۔ کیوں ناممکن بن گیا ہے یہاں یہ حکومتی ادارے کیا کر رہے ہیں FC کیا کر رہی ہے، پولیس کیا کر رہی ہے، لیویز کو تو ویسے حکومت نہیں چھوڑ رہی ہے کہ اُس کی پیچھے پڑی ہے کہ اس کو ہم ختم کریں گے۔ اتنا بڑا department اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں لیکن عوام کا جان و مال کسی بھی طرح محفوظ نہیں ہے۔ میرے ایک رشته دار ابھی اُس کا موبائل فون تین گھنٹے کے لیے بند ہوا پورے گھر میں نہ وہ پیدا ہوا کہ بندہ کہاں گیا، پولیس میں رپورٹ کیا حالانکہ اُس کے موبائل کی بیڑی بند ہو گئی تھی لوگوں میں اتنا خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ کیسی پالیسی ہے؟ یہ پالیسی اگر آپ جاری رکھیں گے تو یہ آنے والے قتوں میں اس ملک کے لیے خطرناک متاثر ہو گے۔ کب تک آپ جو ہے نہ ان کی پروش کرتے رہیں گے، کب تک آپ ان ہشتنگر دوں کے لیے تربیت کا ہیں قائم کریں گے، کیوں کر رہے ہو، اس ملک کو کیا دیا ہے ہم نے، ہشتنگر دی ہم نے دی ہیں۔ دنیا جہان ترقی کے منازل طے کر رہا ہے اور ابھی تک ہم جو ہے نہ اُس خوف میں بتلا ہیں کہ کیا صحیح جب میں گھر سے نکلوں گا تو رات کو میں زندہ گھر جاؤں گا یا نہیں جاؤں گا۔ یہ اتنے بڑے واقعات ہو رہے ہیں اس میں حکومت اب اتنی اہم issue ہے لیکن آج وزیر صاحب نہیں ہے اس ہاؤس میں، آج وزیر داخلہ صاحب نہیں ہے گیلری آپ کی خالی پڑی ہے law and order اپر بحث ہو رہی ہے نہ DIG صاحب ہے اور نہ ہوم سیکریٹری صاحب ہے۔ کون نوٹ کرے گا یہ سب چیزیں۔ جناب اسپیکر! میری استدا ہو گی کہ ان ہشتنگر دی کے واقعات کی وجہ سے آپ کے ملک کا GDP کہاں تک پہنچ گیا۔ اس پورے خطے میں جناب اسپیکر معاشی طور پر ہمارا ملک بدھاں ہے، ہمارے ملک کا GDP اس تمام خطے میں سب سے کم پوزیشن پر ہے۔ آپ دیکھیں کہ نیپال جیسا ملک، مالدیپ جیسا ملک اُن کی GDP بھی ہم سے اوپر ہے۔ پاکستان اس وقت کم و بیش 30 ہزار ارب روپے سے زیادہ قرض دار ہے۔ ملک کا ابھی آپ دیکھیں کہ ڈالر کس حد تک پہنچ گیا ہے، مہنگائی بیروزگاری، معاشی صورتحال یہ سب جو ہے ناں آپ کے law and order سے اس کا تعلق ہے لیکن وہ جو اتنی باتیں کرتے تھے کہ ہم آکر کے پتے نہیں ہم کیا جو ہے آسمان سے ستارے اُتاریں گے۔ ہم عوام کے سرو مال کا تحفظ کریں گے، وہ جو بڑی بڑی تقریریں کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ آج اُن کا تو کوئی نام و نشان تک نہیں ہے۔ اور جناب اسپیکر! وہ کیا خوب کہا ہے کسی نے کہ:

جن کو تھا زبان پرناز چُپ ہے وہ زبان دراز

جب وہ اتنی باتیں کرتے تھے آج ان کی زبانیں کیوں خاموش ہیں، آج ان کو کیا ہو گیا ہے؟ آج عوام کے جان وال کے تحفظ کا جب وہ یقین دلایا کرتے تھے وہ جب کہتے تھے کہ اگر کوئی ناقابل قتل ہوتا ہے اُس کا ذمہ دار کون ہے، وہ کہتے تھے کہ ریاست ہو گی حکمران ہونگے۔ آج سے دو سال پہلے وہ یہ کہہ رہے تھے، آج جب خون ناقابل بہایا جا رہا ہے کسی کا نہ ملتی بیان تک نہیں آ رہا ہے۔ کوئی کسی شہید کے گھر فاتحہ کے لیے نہیں جا رہا ہے، کوئی ہپتال نہیں جا رہا ہے، کسی کو دیکھنے کے لیے نہیں جا رہا ہے۔ یہ ایسی صورتحال ہے جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم لال کھٹائی میں واقع ہوا۔ لوگوں کا مطالہ تھا کہ عوام کا پندرہ دن انہوں دھرنادیا کہ اس لال کھٹائی کے واقعہ کا یو یہ کی جو شہادت ہوئی ہے اس کا ہائی کورٹ کے نجع کے ذریعے کمیشن بنایا جائے، اُس کی تحقیقات ہو۔ اُس کی تحقیقات نہیں ہوئی۔ کسی ایک واقعہ کی تحقیقات نہیں ہوئی۔ آج جناب اسپیکر! جب 8 اگست کا واقعہ ہو جاتا ہے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کا جو کمیشن بنتا ہے آج اُس بیچارے کو اُس کمیشن کے جو وہ سربراہ تھے، جنہوں نے رپورٹ لکھی تھی آج ان کو وہ سزا دی جا رہی ہے۔ آج sitting justice Supreme Court کے خلاف ایک ایسا ریفرنس دائر کیا گیا ہے جسکا زمینی حقوق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُس کو اُس بات کی سزا دی جا رہی ہے کہ کیوں آپ نے کوئی کمیشن کے واقعہ کی کمیشن کا آپ نے یہ رپورٹ کیوں leak کیا، حقوق پر منی رپورٹ کیوں لکھی اور آپ نے فیض آباد کے واقعہ پر کمیشن کی رپورٹ کیوں leak کی۔ اصل میں اُس کو اس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔ جو کچھ کوئی حقوق بیان کرتا ہے وہ غدار ٹھہرتا ہے۔ حالانکہ وہ جسٹس فائز عیسیٰ صاحب کے والد محترم وہ ہمارے ملک کے بانی جناح صاحب کے بہت ہی قریبی ساتھی تھے۔ اگر وہ اُس کے ساتھ نہ ہوتے تو شاید اُس وقت ہمارا یہ برش بلوجستان تھا وہ ابھی پاکستان کا حصہ بھی نہ ہوتا۔ وہ مسلم لیگی تھے آج اُس مسلم لیگی کا بیٹا، وہ بھی غداروں کے list میں شامل ہو گیا۔ جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! آپ کا time مختصر ہے۔ دو منٹ بات کر لیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: بالکل میں کہتا ہوں کہ یہ جو واقعات ہوئے ہیں بالخصوص ثواب میں جو واقعہ ہوا سردار خان مندوخیل کا خون ناقابل بہایا گیا اُس کی FIR کیوں درج نہیں ہو رہی ہے؟ کیا ریاست جناب اسپیکر! اس constitution میں یہ ہمارے سامنے پاکستان کا آئین پڑا ہوا ہے اس کا آرٹیکل اٹھا کر دیکھیں وہ حمانت دیتا ہے ابھی آپ دیکھیں کہ آرٹیکل 9 میں ہے کہ فرد کی سلامتی ہوگی۔ جب آئین کہہ رہا ہے کیوں جب فرد کی سلامتی کی بات ہوتی ہے پھر آرٹیکل جو ہے نا اُس کے بعد بہت سارے 8 سے لے کر 28 تک جتنا بھی آرٹیکل ہیں اُس میں شہری حقوق، انسانی حقوق کی بات کی گئی ہے۔ لیکن ایک بندہ قتل ہوتا ہے خون ناقابل ہوتی ہے کوئی بندہ آکر کے کوئی فوراً وا لے آ کر کے اُس پر گولی چلاتے ہیں اُس کی FIR کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ یہ آئین کی خلاف ورزی نہیں

ہے۔ اچھا وہ آئین کے خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ غدار نہیں ہے جب ہم مطالبه کرتے ہیں کہ آپ ہمارے خلاف آپ نے ہمارے بندے کو مارا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ نہیں آپ یہ بات نہ کریں، آپ فریاد بھی نہ کریں، اگر آپ فریاد کریں گے تو آپ کو گولی ماری جائیگی۔ آپ کوجل کے اندر ڈالا جائے گا ابھی آپ دیکھیں علی وزیر ہے قومی اسمبلی کا ممبر ہے، محسن داؤڑ ہے قومی اسمبلی کا ممبر ہے اُن کو ناقحت case پھنسایا گیا ہے، گولیاں بھی اُن پر چلی 14 بندے بھی اُن کے شہید ہوئے۔ اور کیس بھی اُن کے خلاف بننا اور آج اُن کے production order بھی جاری نہیں ہو رہے کتنا بڑا اضداد ہے۔ جب ہم مودی کو ظالم کہیں گے ہم جب ہندوستان کو کہہ رہے ہیں کہ اُس نے کشمیر میں ظلم کیا جر کر رہے ہیں سرینگر میں کر رہے ہیں، خون ناقحت بہائی جاری ہے لوگوں کو یتیم کیا جا رہا ہے بچوں کے خلاف وہاں cluster bomb استعمال کر رہا ہے۔ تو یہاں بھی تو آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کشمیر کو بزور طاقت ہندوستان کا حصہ بنایا 370 آرٹیلری اور A-35 کی، اُس کی violation کی اُس کو ختم کیا، آپ نے فاٹا کام اُس کو بھی اسی طرح زبردستی شامل کرایا اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ نے کیا اُنہوں نے جا کر وہاں کیا غلط کام کیا ہندوستان نے۔ جناب اسپیکر! میرا مطالبه ہو گا کہ جو واقعات ہو رہے ہیں اس میں حکومت کیا کر رہی ہے۔ یہ اربوں روپے ہم دے رہے ہیں ان forces کو یہ کیا کر رہی ہے؟ آج تک کوئی police officer کششر ہوا، کوئی DC ہوا۔ کوئی نہیں ہو رہا ہے واقعات ہو رہے ہیں۔ بس فاتحہ پڑھے جاتے ہیں بس ہم دہشتگروں کے خلاف ہمارا ایک بیکھتی ہو گا یہ بیان آ کر کے سب کچھ اگلے روز ختم ہوتا ہے۔ اور پھر ابھی جناب اسپیکر! میرے حلقة میں دھماکہ ہوا ایک سال پہلے آج تک اُن شہیدوں کو compensation کی مد میں رقم نہیں ملی ہے۔ غریب مر جاتے ہیں اُن کو compensation نہیں مل رہی ہے۔ اتنا lengthy process اس compensation کا کہ آپ یقین نہیں کر سکتے۔ میں بارہا گیا ہوں درجنوں بار میں home department, DC office ادھر جاؤ ادھر جاؤ لیکن وہ move file نہیں ہو رہی ہے۔ تو یہ حکومت اس کا notice لے۔ ٹوب میں جو واقعہ ہوا سردار خان کا اُسکی FIR درج کی جائے آج حکومت ہمیں بتائیں کہ وہ FIR کیوں درج نہیں ہو رہی ہے۔ یہ جو واقعات ہو رہے ہیں روز کے کوئی شہر میں باقی علاقوں میں ہو رہے ہیں اس کی تدارک کے لیے حکومت نے کیا کیا ہے ہم نے مطالبه کیا کہ ہمیں briefing in-camera تو دی جائے۔ اور کوئی اُس کی جوں تک briefing دے دیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے۔ اور کوئی اُس کی جوں تک نہیں ریگتی۔ تو میں مطالبه کروں گا کہ جو جو واقعات ہوئے ہیں اس کے لیے فوری طور پر اقدامات اٹھائے عوام کے

جان و مال کی تحفظ کے لیے اور وفاقی حکومت کی جو پالیسیاں ہیں ان پر وہ غور کریں۔ اور good اور bad کی پالیسی کو ختم کی جائے۔ ایشن بلان کے جو 22 نکات ہیں، اُس پر من عمل کیا جائے۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصر اللہ خان کوئی اور بات کرنا چاہے گا؟۔ جی بات کریں قادر نائل صاحب۔

جناب قادر علی نائل: بہت بہت شکریہ جناب اسپیکر! ہزار گنجی کا چند مہینے پہلے واقعہ ہوا تھا وہاں ہزارہ قوم کے غریب سبزی فروشوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ تو اسی اسمبلی میں میں نے ایک تحریک التواجع کرائی تھی لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اُس پر بحث نہیں کرائی گئی آپ کا شکریہ کہ دریاء درست آئے آخر میں موقع دیا گیا۔ کل کا جو ایک اور اندھوناک واقعہ پیش آیا 16 اگست کا مشن روڈ پر حیدری مارکیٹ میں ہم صحتے ہیں یہ اگست کا جو شروع میں بات کی گئی وکلاء کی شہادتوں کا اور ان کی تیسری برسی آج منائی جا رہی ہے ہمارے پاس ایک طویل فہرست ہے اگست کے مہینے کی ستمبر کے مہینے کی اکتوبر کے مہینے کی۔ اب میں اگر صرف بتا دوں کہ 14 اگست کو اس سے پہلے پرنس روڈ پر امام بارگاہ میں ایک خودکش حملہ ہوا 47 لوگ شہید کر دیئے گئے۔ پھر 31 اگست کو گلستان روڈ پر یہ سالوں کی بات کر رہے ہیں پچھلے سالوں میں 12 لوگ مارے گئے تو آج پھر عید کا موقع ہے عید زدیک آرہی ہے۔ اور ایک بار پھر ہزارہ قوم کے لوگوں سے خوشیاں چھینی جا رہی ہے۔ جناب اسپیکر! میں آپ کو بتا دوں یہ ہماری نسل کشی کہاں سے شروع ہوئی 6 اکتوبر 1999ء کو اس وقت کے وزیر تعلیم سردار شاہ علی خان ہزارہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور اُس میں منشہ کے ڈائیور صدر علی شہید ہو گئے اور سردار صاحب مجرمانہ طور پر بچ گئے۔ اُس کے بعد ہم نے دیکھا کہ 6 جون 2003ء سے ایک منظم نسل کشی ہزارہ قوم کی شروع ہوئی یہاں۔ اور اُس کے بعد گزشتہ چند سالوں میں جس طرح کی بدترین نسل کشی اور بدترین بربرتیت ہماری مظلوم اور نہتے قوم پر کی گئی اُس کی نظری پورے پاکستان میں پوری دنیا میں نہیں ملتی دو دہائی کے دوران 1999ء کے بعد آج 2019ء ہے دو دہائی کے بعد ہمارے 2 ہزار سے زائد افراد اُس میں ہمارے وکلاء بھی ہیں اُس میں ہمارے انجینئرز بھی ہیں اُس میں ہمارے ڈاکٹرز بھی ہیں اُس میں ہمارے students بھی ہے جن کے بسوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اُس میں ہمارے مظلوم مزدور سبزی فروش بھی ہیں اُس میں ہمارے دکاندار بھی ہیں اُس میں ہماری خواتین بھی ہیں کسی کو نہیں بخشنا گیا۔ دو دہائی کے دوران ہمارے 2 ہزار سے زائد لوگ شہید ہوئے جو پاکستان کی تاریخ میں کسی اقلیتی قوم کی اس طرح کی نسل کشی کی نظری ہے جو اور کہیں نہیں ملتی۔ تو یہ دو دہائیوں میں ہمارے 4 ہزار لوگ شہید زخمی کئے گئے اسی تعداد میں ہزاروں کی تعداد میں ہمیں مہاجر ت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آج صورتحال یہ ہے کہ ڈگری کالج سریاب روڈ میں سینکڑوں کی تعداد میں ہزارہ students پڑھتے تھے۔ آج وہاں ایک بھی student نہیں جا سکتا آج ہزارہ قوم کے students سے بلوچستان یونیورسٹی ویران ہے انجینئرنگ کالج

خضدار ویران ہے پرنس روڈ جہاں پر ہماری دکان نہیں تھیں جہاں ہمارے بڑے نس میں بڑے نس کرتے تھے۔ آج وہاں ایک بھی دکان نہیں بچی چون چون کر ہر دکاندار کو مارا گیا اور اسی طرح مارکیٹ پر جہاں بھی ہماری دکان نہیں تھیں وہاں مارا گیا پھر یہ ہوا کہ جہاں جہاں میں کوئی کی بات کرتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ بولان مچھ میں جو ہماری کشیر آبادی تھی وہاں سے بیدل کر دیا گیا۔ اور وہ لوگ سارے migrate کر گئے کچھ کو مار دیا گیا کچھ کو شہید کر دیا گیا اسی طرح آپ کے سامنے ہے کیا خضدار میں ہماری آبادی تھی ٹوب میں ہماری آبادی تھی لیکن کوئی نہیں بچا اور سب کو مارا دیا گیا۔ تو جناب اپیکر! یہ جو واقعات ہوئے جس طرح نصر اللہ صاحب نے کہا اس کا پس منظر ہے کہ یہ واقعات کیوں ہوئے؟ نصر اللہ صاحب نے کہا کہ ایک ہمسایہ ملک میں جوانقلاب آیا اور دوسرا ہمسایہ ملک میں 78ء اور 79ء کی میں بات کرتا ہوں۔ کہ جو دو انقلابات پہلو میں آئے ہماری اُس وقت کی پالیسی سازوں نے ہوش کے ناخن نہیں لیے کا واقعہ ہے کہ یہاں جوانقلابات پہلو میں آئے ہماری اُس وقت کی پالیسی سازوں نے ہوش کے ناخن نہیں لیے۔ حالات کو control نہیں کر سکے۔ جس کے نتیجے میں آپ نے دیکھا کہ اس ملک میں proxies بنی اور مختلف ممالک war یہاں چلتے رہے پنجاب ایک طویل عرصے تک اس کا نشانہ بنا اور 1999ء کے بعد گزشتہ 20 سالوں سے وہ proxies بلوجستان میں shift ہوئی۔ اور اُس دوران ایک mindset میں ایک ایسا جس نے عکفیری فتوے جس نے ایسے mindset اور ایسے گروہ کو حرم دیا۔ جس کے بعد یہاں اقوام کے درمیان ایک سازش کے تحت کوشش کی گئی کہ دوریاں پیدا کی جائیں نفر تین پیدا کی جائیں۔ اور چاہے وہ فرقہ کے نام پر ہو، چاہے وہ قوم کے نام پر اس mindset نے جنم لیا یہ ساری ہماری پالیسی سازوں کی غلطیاں تھیں جو آج ہم بھگت رہے ہیں۔ لیکن اب کیا صورتحال ہے اب صورتحال یہ بنی ہے کہ جو ہماری نسل کشی جاری ہے وہ ایک slow motion کے تحت ایک دو مہینے ہم سکھ کا سانس لیتے ہیں لیکن اُس کے بعد پھر واقعہ ہو جاتا ہے اور ایک صفاتی بھجھتی ہے پورے علمدار روڈ میں ہزارہ ناؤں میں اور جہاں جہاں ہماری قوم کے لوگ بنتے ہیں اور جہاں جہاں مظلوم قوم کے حمایت کرنے والے لوگ بنتے ہیں اور جہاں انسانیت کو پسند کرنے والے لوگ بنتے ہیں ان کے ہاں بھی ایک غم کا ماحول بنتا ہے۔ اب تو یہ واقعات معمول بن گئے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اچھا واقعہ ہو گیا جس طرح میرے colleague نے کہا کہ بھی تو کوئی تغیریت کے لیے بھی نہیں جاتا اب تو کوئی اُس کی علاج کے لیے بھی توجہ نہیں دیتا یہ تو معمول کے واقعات ہیں چلیں دھماکہ ہو گیا ایک شہید ہو گیا یہ تو کم ہے یہ تو بہت چھوٹا واقعہ ہے ٹارگٹ کلنگ میں ایک دو ما رے گئے کوئی واقعہ نہیں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ تو یہ ساری صورتحال ہے جناب اپیکر! پھر یہی سوال ہے پھر میری colleague کی باتیں match کرتی ہیں کہ نیشنل ایکشن پلان جو بنایا گیا اُس کے تحت

Apex کمیٹیاں بنائی گئیں۔ آج میرا سوال ہے حکومت کی جو زیرِ داخلمہ ہے کہ اپکس کمیٹیوں کے کتنے اجلاس ہوئے ہیں یہاں کوئئے میں اس پر کتنا عملدرآمد ہوا ہے۔ نیشنل ایکشن پلان کہاں پر ہے اور جو سیفیٹی کا project تھا اُس پر کام ہوا وہ کیوں مخفر ہے وہ کیوں التوا کا شکار ہے یہ بہت سارے issues ہیں۔ جو حکومت کے لیے ہمارے پورے ایوان کے لیے یہاں کے ذمہ دار سیاسی جماعتوں کے لیے ایک الیہ ہے ایک سوالیہ نشان ہے کہ یہ واقعات کیوں repeat ہو رہے ہیں۔ جناب اپیکر! زیادہ وقت نہیں لوں گا آخر میں جتنے بھی واقعات ہوئے دو دہائیوں سے ایک تو یہ ہے کہ نیشنل ایکشن پلان پر مکمل اُس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے اپکس کمیٹیوں کا فوری اجلاس طلب کیا جائے۔ اس میں جو متعلقہ وزارت ہے ہماری حکومت وہ سرجوڑ کے بیٹھیں کہ یہ واقعات repeat نہ ہوں۔ کیونکہ بحیثیت ایک ذمہ دار سیاسی کارکن کے بحیثیت ایک عوام کے نمائندے اس وقت اگرچہ حکومتی بخزر کا حصہ ہوں لیکن عوام کی میرے قوم کے افراد کی جان جو ہے وہ اس حکومتی بخزر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے ہماری قوم کی افراد کی جان اگر میں حکومت کا حصہ ہوتے ہوئے اپنے لوگوں کی تحفظ کے لیے یہاں حکمت عملی نہیں بنا سکتا یہاں میسر کردار ادا نہیں کر سکتا۔ تو میرے لیے حکومتی بخزر میں رہنا یہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ جناب اپیکر! میرا مطالبہ ہے کہ دو دہائیوں سے جو ہزارہ نسل کشی ہوئی ہے جس کو چیف جسٹس سپریم کورٹ جسٹس شاقب ثار نے بھی مانا ہے۔ پوری دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ ہماری نسل کشی ہو رہی ہے آپ سے گزارش ہے کہ آپ سفارش کریں وزارت داخلہ کو کہ یہ جو دو دہائیوں سے ہماری نسل کشی ہوئی ہے اُس کی تحقیقات کے لیے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی جائے۔ کہ ہمیں کس نے مارا ہے اور کیوں مارا ہے اور جناب آخر میں کس نے مارا ہے کیوں مارا ہے؟ ہمارے صحافی دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم خود بھی اخباری صنعت سے وابستہ تھے اُس دوران ہماری احساسات کو اُس دوران جب ہم اخبار میں کام کرتے تھے۔ جب اخباری صنعت سے وابستہ تھے اُس دوران ہماری احساسات کو ہمارے صحافی دوست جاتے ہیں تو میں اپنی باتوں کی اختتام اپنی ہزارگی نظم کے منظوم اردو ترجمہ سے کرتا ہوں۔ جو میرے احساسات کے، میرے قوم کے احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس نظم کا عنوان ہے ”تاڑہ ترین“:

میں اخباری نمائندہ ہوں، میرے دفتر میں صحیح و شام خبریں بولتی ہیں

خبر چھپنے سے پہلے، بہت سے فون آتے ہیں یہ مرے نے والا کیوں مارا گیا؟

یہاں، کہاں مارا گیا اور کس نے مارا؟

مگر ان پوچھنے والوں کے طعنے ہمیشہ بس یہیں پر ٹوٹتے ہیں

یہ بندہ جو ابھی مارا گیا ہے یہ قندھاری تھا، پنجابی تھا یا کوئی ہزارہ؟

میں اخباری نمائندہ ہوں ہمیشہ سخت بے چینی میں ہوتا ہوں

میں دفتر میں نہیں ہوتا میرے دفتر میں چاروں سمت آوازیں ہیں

وہ آوازیں جدول کے ویسے مرہ نہیں ہوتیں

میری چاروں طرف خبریں ہیں اور مرنے کی خبریں ہیں

یہ خبریں ایک دن بھی کم نہیں ہوتیں

میں اخباری نمائندہ ہوں اور اخبار میرا در دسر ہے

میری ہر سوچ مرنے کی خبر ہے سواب تازہ خبر یہ ہے

کہ جتنی ہونی تھی مجھ سے صحافت ہو گئی ہے

مجھے اخبار اور اخبار کے دفتر سے نفرت ہو گئی ہے۔

بہت بہت شکر یہ جناب اپیکر۔

جناب اپیکر: جی اختر حسین لاگو صاحب۔

میرا ختر حسین لاگو: آعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْكُفَّارِ لِمَنِ الْرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ میں شروع کروں گا اُس تحریک

التواسے، اُس دن جب قادر نائل صاحب کی جو تحریک التواصیل ہزار گنجی کے واقعہ کے حوالے سے۔ اُس پر جس دن

جس ہو رہی تھی اُس دن بھی اسی speech پر میری floor ریکارڈ کا حصہ ہے، اگر آپ نکال لیں۔ اور آج اسمبلی کا

ماحوں آپ دیکھ لیں وہی سننا آج بھی نظر آئے گا جو اس دن اس ہاؤس میں تھا۔ آج آپ اپنی official

galleries میں دیکھیں جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں اُس موضوع سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی officials نہیں

ہے جس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ اس موضوع کا تعلق ہے اُس کا کوئی بھی ذمہ دار آپ کو اس ہاؤس میں نظر نہیں آیا گا

۔ جنہوں نے اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا ہے جنہوں نے اس کا سمجھیدہ فیصلہ کرنا ہے وہ بخوبی آپ کے سامنے ویران پڑئے ہو

ئے ہیں۔ میں اُس دن بھی آپ کو یہ بول رہا تھا کہ یہ انتہائی اہم issue ہے یہ ایسے واقعات نہیں ہیں جو اتفاق یہ

روزانہ ہوتے ہیں۔ یہ کوئی روڑ accidents نہیں ہے کہ ڈرائیوروں کی چھوٹی موٹی غلطی کی وجہ سے روزہ رکوں پر

پیش آتی ہے یہ وہ واقعات ہیں جن کی تانے بانے جن کی roots انتہائی گہرے ہیں۔ میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا

چاہتا ہوں کہ ان موضوعات پر ان sensitive issues کو ان پر بات کرنا ان پر با تین سننا اکثر ہمارے

دستوں کو خوفزدہ کرتی ہے اس لیے جب بھی law and order کے حوالے سے اس حکومت کی ایک سال کا

ریکارڈ نکالا گی اس ہاؤس کا ریکارڈ نکالا گی جب بھی law and order کے موضوع کو چھیڑا جاتا ہے ہاؤس

ویران ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کی چہروں پر پریشانیاں عیاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں کہ کہیں کوئی ناراض نہ ہو کہ کہیں خوش نہ ہو ایک انجانے خوف ہم سب کو گھیرے میں لے لیتی ہے۔ کیونکہ اس موضوع پر بولنے سے ہماری سرکار اس کی ناراضگی کا بھی ہمیں خوف رہتا ہے وہ elements جو ان تمام واقعات کی ذمہ دار ہے وہ elements ہم سے اور آپ سے زیادہ آزادانہ ہمارے اس معاشرے میں گھوم پھر رہی ہے۔ وہ elements ہم سے اور آپ سے زیادہ طاقتور ہے۔ ان کا بھی خوف ہمیں گھیرے میں لے لیتی ہے اس لیے اکثر دوست اس موضوع پر بحث کرنے سے زیادہ جو ہے وہ اس ہاؤ سے نکل جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ اور اس شہر ہمارے اس صوبے اور ہمارے اس وطن کے لوگوں کو ہم نے ان تمام طاقتلوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے جن کی وجہ سے اس ہاؤس میں اپنی نظم میں میرے قادر دوست نے کچھ اقوام کا ذکر کیا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ان تمام واقعات سے اس صوبے میں رہنے والے وہ تمام اقوام کوئی ایک قوم کوئی گھر مجھے بتا دیں وہ ان واقعات سے محفوظ رہا ہو۔ قادر بھائی کی نظم میں بلوچ قوم کا ذکر نہیں تھا لیکن جتنی لاشیں پوری بلوچستان میں ہم نے اٹھائی ہے۔ شاید کسی نے اٹھائی ہو۔ ہم نے ہر بار، ہم نے ان چیزوں کی نشاندہی کی۔ 9-2008ء سے جب حالات زیادہ خراب ہو گئے اُس وقت سے لیکر اب تک، میں صرف اپنی پارٹی سیاسی جماعت کی بات کرتا ہوں کہ ہم نے اپنے لیڈر شپ جو ہمارے اکابرین تھے، ہم نے صرف اپنے لیڈر شپ کی 80 سے زیادہ لاشیں اٹھائی ہیں۔ جس میں حبیب جالب شہید، نور الدین، لیاقت، سنتگت جمال الدین زیرک جیسے ہمارے Politicians اُن کی لاشوں کو ہم نے کندھا دیا ہے، سینکڑوں کی تعداد میں ہم نے اپنے سیاسی کارکنوں کی لاشوں کو کندھا دیا ہے، سینکڑوں کی تعداد میں ہم نے اساتذہ کی لاشوں کو کندھا دیا ہے۔ ہم نے ایک ایک دھماکے میں اپنے اس صوبے کے وہ cream جو کلاعہ کی صورت میں، وہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ، اُس ٹائم زمرک بھائی ایک بات کہہ رہے تھے کہ ہم حیران تھے کہ cases کا، جس ٹائم ہم ان لاشوں کو دفار ہے تھے اور ان کی فاتح خوانی کر رہے تھے۔ بخدا اُس ٹائم ہمیں تو یہ خدشہ تھا کہ ہماری عدالتوں کوتالے نہ پڑ جائیں۔ ہماری سرزی میں کوہیشہ بخبر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب بجٹ سیشن میں بھی جب مطالبات زرکی باری تھی، اُس دن بھی جب پولیس کیلئے لاء اینڈ آرڈر کیلئے جو میپیے ڈیماٹ کئے تھے چالیس بیالیس ارب روپے کے، اُس دن بھی جناب اسپیکر! آپ کو یاد ہو گا میں نے یہی باتوں کو دوہرایا تھا۔ ہمیں وہ root-causes جب تک ہم نے نہیں ڈھونڈتے ہیں جب تک ہم سنجیدہ نہیں ہوئے کیونکہ آج اس ہاؤس کی حالت سے مجھے یہ لگ رہا ہے کہ ہم ابھی تک سنجیدگی سے اس مسئلے کو لے ہی نہیں لے رہے ہیں۔ ہم نے انتہائی light انداز میں اس کو لیا ہے۔ اور ہم ابھی تک یہ سوچ رہے ہیں کہ ”میں تو ابھی تک پچ گیا ہوں“۔ ہم ابھی تک اس پرشکر رہے ہیں۔ لیکن اگر حالات یہی رہے تو جناب والا! کوئی بھی

نہیں بچے گا، جب تک ہم سنجیدہ ہو کر اس پر نہیں بیٹھیں گے۔ کیونکہ ہم strategically اس خطے پر بیٹھے ہوئے جس پر پوری دنیا کی نظریں ہیں۔ یہاں ایک نہیں وہ نہیں کئی قسم کی proxies چل رہی ہیں religious proxy-wars آپ کی اس سرز میں میں وہ جنگیں لڑی جا رہی ہیں، سپر پاورز کے درمیان، جو game کی power politics کوٹھ ہے اور آپ جس location پر بیٹھے ہیں یہ بذات خود پاؤود کے ڈھیر پر بیٹھنے والی بات ہے۔ تو جناب والا! ان تمام چیزوں کو ایڈر لیں کرنا ہو گا۔ اور اس کیلئے ہماری تمام اداروں کو، میں کسی ایک ادارے پر ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ جناب والا! اس شہر میں اگر ہم نکلیں، ہم روز اس شہر میں گھومتے ہیں ہم روزانہ چیک پوسٹوں سے گزرتے ہیں ہم روزان بندوق برداروں کی تلاشیوں سے گزرتے ہیں ہم روز یہاں اگر کسی باہروالے کسی ملک کے آدمی کو یہاں پر لایا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ میدان جنگ ہے اتنی چیک پوسٹوں کے باوجود یہ لوگ اس بارودی مواد، ان خودکش جیکٹوں، ان کلاشنکوفوں ان راکٹ لاچروں کیساتھ ہمارے اس شہر میں گھستے کیسے ہیں اور ہمارے اس معصوم آبادیوں تک کیسے جاتے ہیں اور وہاں blast کیسے کرتے ہیں؟ ان تمام چیزوں کو ہمیں سنجیدہ گی سے لینا ہو گا۔ جہاں جہاں ہماری کمزوریاں ہیں جہاں جہاں ہماری خامیاں ہیں قطہ نظر اس کے کوں خوش ہو گا کون ناراض ہو گا۔ اگر اب بھی ہم نے لوگوں کی خوشی اور ناراضگی کا خیال رکھا تو شاید آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اب جنہوں نے ناراض ہونا ہے اُن کو بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کے اس موضوع پر بات کرنی ہو گی۔ اس کا حل ڈھونڈنا ہو گا۔ جنہوں نے خوش ہونا ہے اُن کو بھی table پر بٹھا کے اس موضوع کا ایک سنجیدہ حلقہ ڈھونڈنا ہو گا ہمیں اپنے لوگوں کو بچانے کیلئے ہمیں اپنے اس طبق کو بچانے کیلئے ایک سنجیدہ کو شش کرنی ہو گی۔ Apex کمیٹیاں ہیں، اُن کو active کرنا ہو گا، وزارتِ داخلہ ہے ہمارا، ان کو ذمہ داری لینی پڑی گی۔ ابھی کیونکہ یہ ذمہ داری لاءِ اینڈ آرڈر کی وزارتِ داخلہ کے پاس ہے وزارتِ داخلہ کا یہ غیر سنجیدہ روئیہ جس میں نہ ان کے پولیس کی ڈیپارٹمنٹ کے لوگ بیٹھے ہیں نہ اُن کا ہوم سیکرٹری بیٹھا ہے نہ ان کا ہوم فلٹر بیٹھا ہے نہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کا کوئی چڑھا اسی بھی اس اسمبلی میں نہیں ہے۔ اور ہم بات کر رہے ہیں لاءِ اینڈ آرڈر پر۔ ہم بات کر رہے ہیں اُن واقعات پر جن میں ہمارے سینکڑوں لوگوں کی جانیں گئی ہیں۔ ان دھاکوں میں جناب اپنیکر! صرف اُس دھماکے میں جو جانوں کا ضیاع ہے۔ میں نے اُس دن بھی اسمبلی میں کہا تھا کہ اگر کسی دھماکے میں کچھ ہمارے شہید ہوتے ہیں تو وہ صرف چار چھوٹے یا بیس لوگ نہیں ہیں ان کے پیچھے پورا خاندان ہے اس دھماکے سے ان شہادتوں سے وہ پورا خاندان متاثر ہوتا ہے۔ کتنی عورتیں یہو ہو جاتی ہیں۔ کتنے بچوں کے سر سے بآپ کا سایہ چھن جاتا ہے۔ کتنے بچے جو ہیں اچھی پروپریٹی اور بآپ کی شفقت سے محروم

ہو جاتے ہیں۔ کل وہ بچے اگر آپ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں وہ بچے کسی غلط ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں، باپ کی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے، وہ تمام اُس واقعے کی نقصانات ہیں جو ہمارے معاشرے میں آ رہے ہیں، وہ frustration اس معاشرے میں آیا ہے اس وقت آیا ہے اُس frustration کا علاج کیا ہے؟ جس frustration کی وجہ سے آپ کے معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یہ تمام ذمہ داریاں ہیں۔ ان توہینیں serious responsibility لینا ہو گا۔ اور آج اس ہاؤس میں ہمیں کسی ایک پر responsibility ڈالنی پڑیں گی۔ جب تک ہم responsibility نہیں لیں گے، جب تک ذمہ داری نہیں ہو گی، تب تک اسی طرح ہم اپنی لاشوں کو کندھا دیتے رہیں گے۔ دو چار دن فاتحہ کریں گے۔ پھر سی ایم صاحب اعلان کریگا کہ جی ان شہیدوں کیلئے اتنے پیسے۔ میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ اتنے پیسوں میں کوئی انگلی کٹانے کیلئے جناب اسپیکر! راضی نہیں ہوتا ہے۔ ہم ان compensations کے پیسوں سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے انکا مدراوا کر دیا۔ وہ خوش ہو گئے کہ اچھا ہے ہمارا آدمی شہید ہو گیا کہ ہمیں پیسے مل گئے۔ اس طرح نہیں ہے جناب اسپیکر! یہ پیسے جو ہم compensation میں دیکروگوں کو طفل تسلیاں دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور responsibility میں۔ مل بیٹھ کے یہ صرف حکومت کا مسئلہ نہیں صرف اپوزیشن کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ہمارے پورے معاشرے کا مسئلہ ہے۔ اس میں ہمیں اور حکومت کو سب کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہے، اور اس کا حل نکالنا ہے۔ اور وہ proxies جو آزادانہ میں معدرت کیسا تھا ہمارے ساتھیوں نے قادر نائل نے بہت ساری چیزوں کو discuss کیا ہے۔ لیکن میں نام لیتا ہوں روزشوں میڈیا پر لا ڈا اسپیکر وہ اس نفرت آ میز تقاریر دونوں طرف سے ہوتی ہیں۔ کبھی کیا ہم نے ان تقاریر کا نوٹس لیا ہے؟ جس طرح پمنگٹ ہوتی ہیں جس طرح لٹر بیگز چھپتے ہیں، کبھی ہم نے ان لٹر بیگز چھاپنے والوں کا پیچھا کیا جو اس معاشرے میں نفرت کا تجھ بور ہے ہیں؟ کبھی ہم نے ان سے پوچھا کبھی ہم نے ان پر ہاتھ ڈالا کہ آپ یہ نفرت کا تجھ کیوں بور ہے ہیں؟ آج ہم نے دس، پندرہ سال ان کو یہ آزادی دی آج ہمارے معاشرے کی حالت یہ ہے کہ جیسے قادر نے کہا، نہ ہم مری آباد جاسکتے ہیں نہ وہ ہمارے علاقوں میں آسکتے ہیں۔ تو جناب والا! ان تمام چیزوں پر سنجدگی سے کرنا ہو گا جو ہمیں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ آپ سے میری ریکوئیٹس ہے کہ اس کے بارے میں آپ ہی کوئی روئنگ دیں other-wise جب بھی لاءِ اینڈ آرڈر پر بحث ہو گی یہی سنانا، یہی بے حصی، یہی غیر ذمہ داریاں ہمیں اس ہاؤس میں نظر آتی رہیں گی۔ وہ اکثر ہمارے دوست کہتے ہیں کہ سو شل میڈیا کیلئے ہم تقاریر کرتے ہیں۔ شاید ہمارے دوست کہتے ہیں کیونکہ پھر ہمیں سو شل میڈیا پر نظر آتے ہیں۔ ان پر نہ کوئی ایکشن لیا جاتا ہے نہ ان باتوں کا کسی پ्रا شر ہوتا ہے نہ ان باتوں کا کوئی نتیجہ نکلتا ہے نہ ان باتوں سے ہم اپنے لوگوں کو ریلف

دے پاتے ہیں۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ اختر حسین صاحب۔ جی زمرک خان! آپ بات کریں۔

وزیر زراعت و کوآپریوуз: میں تو اس تحریک التوا پڑ را گورنمنٹ کی طرف سے بھی اور اپنی سوچ کے مطابق اور اپنی پارٹی کی تھوڑی سی بات کروں گا۔ جس طرح اختر حسین لا گو صاحب نے کہا کہ نائل صاحب نے جو ہے ہماری پارٹی کا ذکر نہیں کیا۔ میں پھر ان سے گلہ کروں گا کہ اس نے میری پارٹی کا بھی ذکر نہیں کیا۔ ہماری پارٹی نے 2008ء سے لے کے 2013ء تک ساڑھے نو سو لوگ شہید ہوئے، دشمنوں کے شکار ہوئے۔ ہمارے منظر بیشتر بلور اور اس کا بیٹھا میاں افتخرا کا بیٹھا، ابھی ہارون بلور جس درد سے ہم گزرے ہوئے ہیں وہ دارا آپ کے دل میں بھی ہے۔ شاید ہم اس درد کو محسوس کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ایسی situation میں اگر ہم لوگ پارٹیوں اور ہزارہ بلوج پشوں سے ہٹ کر انسانیت پر بات کریں تو وہ میرے خیال سے زیادہ بہتر ہیگا۔

وزیر زراعت و کوآپریوуз: جناب اسپیکر صاحب! اذرا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ یہ تاریخ ہوتی ہے۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ صرف میں اپنی پارٹی کا ذکر رہا ہوں۔ میں ہزارہ برادری کا بھی کر رہا ہوں۔ بلوج بھائیوں کا بھی کر رہا ہوں۔ یہ جو تاریخ بنتی ہے اس میں ذکر ہوتی ہے کہ کس قبلیے کے کن لوگوں نے کس پارٹیوں نے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ یہ شاخت ہوتی ہے یہ نہیں ہے کہ ابھی میں ذکر کروں گا تو کوئی پوچھے گا کہ ہر سے کون ہوا ہے؟ کون دشمنوں کا شکار ہوا ہے؟ یہ آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ میں انسانیت کی بات کر رہا ہوں۔ ہماری پارٹی کا یہ سوچ ہے تو میں اپنی پارٹی کی سوچ کے مطابق اپنی بات شروع کروں گا، ضروری نہیں کہ آپ اپنی پارٹی کی بات کر رہے ہو۔ ابھی عمران خان کہتے ہیں کہ نیا پاکستان بنارہے ہیں۔ تو اس کی تو میں وہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیسے بنارہے ہیں؟ کس طرح بنارہے ہیں؟ تو بنائیں۔ کل وہ بنائے گا۔ تو ہم کہیں گے کہ عمران خان صاحب نے بتایا ہے، نیا پاکستان۔ نہ کسی اور نے تو نہیں بنایا ہے۔ یہ تو پارٹیوں کے سوچ کے مطابق بات ہوتی ہے۔ حقیقت میں میں ایک چیز بتا دوں، کوئی ایسی گورنمنٹ نہیں ہوگی، کوئی ایسے لوگ نہیں ہونگے جو دشمنوں کے خلاف نہیں بولیں گے۔ اور وہ کو نسا ایسا انسان ہو گا جو یہ کہے گا کہ جی یہ ایک اچھا کام ہوا ہے کسی بھی قوم کی ساتھ کسی بھی برادری کی ساتھ کسی بھی طبقے کی ساتھ اگر یہ ہوا۔ کوئی ذکر کرتا ہے کہ کوئی ذکر نہیں کرتا ہے میرے خیال سے نہیں ہے، ہاں کمزوریاں ہوتی ہیں گورنمنٹ کی کمزوریاں ہوتی ہیں اُس کے سامنے یہ پھر بات اٹھاتے ہیں کہ جی کس وجہ سے یہ چیزیں ہو رہی ہیں؟ آپ کی خارجہ پالیسی کمزور ہے۔ آپ کی داخلہ پالیسی کمزور ہے۔ اُس کو بہتر بنانے کیلئے ہم نے ہمیشہ بات کی ہے کہ ہمارے ملک میں یہ کیوں روز بروز بڑھ رہے

ہیں۔ ہمارے ادھر جو دوست نے پیش کیا۔ میں اس کو صرف اتنا یاد دلاتا ہوں کہ جب ہم ادھر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کمیشن کی بات کی۔ تو کوئی گورنمنٹ نے جس نے وہ قاضی فائز عیسیٰ صاحب کی کمیشن کو دبایا۔ اور اس کے خلاف سپریم کورٹ چلے گئے۔ یا انہی کی گورنمنٹ تھی۔ یہاں بیٹھے ہوئے ہم یہی بات کر رہے تھے۔ آج بھی ہماری پارٹی کے جلسے میں یہی ہوا کہ بھی ہم نے یہی بات کی اور اس فلور پر آج گورنمنٹ کی طرف سے بھی ہم نے یہی بات کی کہ بھتی وہ جو کمیشن بنی اور اس نے جو رپورٹ مرتب کی وہ رپورٹ کہاں گی؟ اور یہاں اس وقت کے ہوم منٹر نے اس گورنمنٹ کی نمائندگی سے جا کے سپریم کورٹ میں کہتے ہیں کہ جی یہ غلط بنائی ہے۔ ابھی وہ کمیشن کی رپورٹ۔ کیونکہ اس میں گورنمنٹ کی خامیاں تھیں۔ اور اس میں گورنمنٹ کی غفلت تھی۔ اور کمیشن نے ان کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ لیکن ان کو دبایا گیا۔ ہم آج بھی وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس کمیشن کی رپورٹ کو سر عام سامنے لائی جائے اور دیکھا جائے۔ لیکن یہ جو سلسلہ شروع ہوا یہ صرف نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ میں ہوا ہے پچھلی گورنمنٹ میں ہوا ہے۔ کسی کو آپ قصور و اس طرح نہیں ٹھہرا سکتے ہو کہ بھتی فلاں نے کیا ہے فلاں نے کیا ہے۔ آج میں بھی کہتا ہوں کہ یہ 2008ء سے، اس وقت بھی ہم منٹر تھے۔ 2008ء سے 2013ء تک سب سے زیادہ واقعات ہوئے ہیں وہ شنگر دی کے۔ اور اسکے بعد پھر کم ہوئے پھر دھماکے ہوئے جیسے کہ ھڈ کوچ میں ہوا۔ پولیس سینٹر پر ہوا۔ آٹھ اگست کو اس میں ہوئے۔ یہ تو پچھلی گورنمنٹ میں ہوئے ابھی اس گورنمنٹ میں ہوئے۔ یہ ایک پاکستان، ابھی میں آپ کو بتا دوں آج جو اس تحریک التوا پر بحث ہونا نہیں چاہیے تھا۔ روڑ کے مطابق بھی نہیں ہو سکتا ہے جس دن تحریک التوا پیش ہوتی ہے next session کے لئے اس کو بحث کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔ آپ اُسی دن منظور کرتے ہیں یہ نہیں ہے یہ آپ روڑ آف بنس میں دیکھ لیں۔ لیکن چلو منظور کر دیا as a special case تو پھر آپ کو یہ چاہیے تھا کہ ہوم منٹر نہیں ہے یہاں۔ آپ کا چیف منٹر صاحب یہاں نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم تقریر کر رہے ہیں۔ میں کیا اعداد و شمار دے دوں۔ مجھے یہی پتہ ہے کہ یہاں ٹارگٹ ٹلنگ ہوتے ہیں یا پھر ہمارے ملک کے خلاف جو سازشیں ہوتی ہیں، پیسوں پر ہوتی ہیں۔ باہر کے ہمارے ہمسایہ ملک میں وشن جو بیٹھے ہوئے ہیں اس ملک کے۔ پیسے دیتے ہیں ڈھائی تین لاکھ روپے ایک پولیس آفیسر کے تقلیل پر وہ پیسے دیتے جاتے ہیں ٹارگٹ ٹلنگ کے پیسے دیتے جاتے ہیں۔ یہ تو میں وہ figures آپ کو نہیں دے سکتا ہوں جو ہوم منٹر آپ کو دے سکتے ہیں۔ کچھ چیزیں آپ اسکرین پر لاسکتے ہیں اور کچھ چیزیں اسکرین پر لانہیں سکتے۔ مجھے کچھ چیزوں کا پتہ ہے لیکن میں یہاں نہیں بول سکتا ہوں یہ میرا کا نہیں ہے یہ ہوم منٹر کا کام ہے۔ کہ کچھ ایسے لوگ پکڑے گئے تھے آپ کے جو آٹھ اگست کا جو ماستر مائیٹ ہے وہ ایک آپریشن میں مارا گیا ہے۔ اس کے تین چار بندے جو اورنگزی میں تھے اس

پر ہوا اس پر یہ کارروائی ہوئی ہے گورنمنٹ کی طرف سے مختلف جگہوں پر ہوئی ہے۔ لیکن آج ہم جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اس میں ایک ذمہ دار آدمی کے سامنے یہ اس تحریک التوا پر بحث ہوتی تو اچھا ہوتا۔ لیکن اسیکر صاحب! میں آپ کو بتا دوں کہ اگر یہ next session میں ہوتا چاہے وہ دس دن کے بعد ہوتا یا پندرہ دن کے بعد ہوتا۔ پوری اسمبلی بھری ہوتی بیٹھی ہوئی ہوتی کیونکہ ٹائم ہم ادھر ضائع کر دیتے ہیں۔ ہم ایک point of public importance پر جب ایک آدمی کھڑا ہو جاتا ہے ہمارا ایک ممبر ہمارا بھائی جو کھڑا ہوتا ہے اس پر ہم تین گھنٹے بحث کرتا ہے یہ rules of business کے خلاف ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ تحریک التوا میں کیوں نہیں بیٹھے ہیں سات، آٹھ گھنٹے۔ میں اس لئے بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ گورنمنٹ کی یہاں کوئی نمائندہ ہو۔ لیکن اگر آپ procedure کے تحت اسمبلی کو چلا کیں گے تو ہر ایک چیز پر ایک موقع ملے گا آپ کو ایک جواب بھی ملے گا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ صحیح تک ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ تو ہم نہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ ہم next session کے لئے میں اپوزیشن کو بالکل کہہ رہا ہوں آج میں اسی مجبوری میں آپ کو کہہ رہا ہوں۔ ہم لوگ اٹھتے ہیں کہ جی زراعت کا مسئلہ ہے پانی کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ ہے۔ یہ تو آخر میں ایک ایک، دو دو گھنٹے ہوتے ہیں بحث۔ اب بابا! ایک مسئلہ کو آپ چھیڑ دو۔ اور اس پر کامل بات کریں۔ آج یہی تحریک التوا ہے جو کوئی نہیں ہے۔ یہی مسئلہ ہے کہ ہم غیر ضروری چیزوں پر تین، تین گھنٹے بحث کرتے ہیں۔ اور آج یہ سب سے اہم مسئلہ ہے امن و امان کا اس میں ہم جو ہے وہ کوئی ہوتا ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ٹائم ہی گزر جاتا ہے، قردادوں کی ہم نے، کس وقت ہم نے پیش کیا ہے؟ چار گھنٹے کے بعد۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہشترگ دی ایک بہت بڑی لہر ہے ہمارے ملک کو اور خاص کر ہمارے صوبے کو اس کے بعد پختونخوا صوبے کو۔ ابھی کراچی میں ہوا ہے۔ ابھی ایک مہینے پہلے ہمارے پشاور کا President کو مارا گیا ٹارگٹ کلنگ میں۔ یہ تو ابھی کی بات ہے ایک مہینہ نہیں ہوا ہے۔ ہم تو ابھی تک ٹارگٹ پر ہیں۔ ہمارے سارے لوگوں کو جو ہمارے بڑے ہیں ہمارے میاں افتخار سے لے کے ہمارا مشریف نیارولی خان کو ابھی threat ہے۔ وہ پھر نہیں سکتے ہیں۔ ان کو ابھی بھی threat ہے۔ ہم کیا کریں ہم کس سے گلہ کریں؟ یہ ٹھیک ہے ہماری جو مختلف ابھی حکومتیں ہیں لیکن حکومت یہ نہیں چاہتی ہے۔ حکومت تو ہمیں سیکورٹی دیتی ہے۔ سب کچھ دیتی ہے۔ پھر بھی ہو جاتا ہے ہم وہاں بیٹھے ہوئے یہی question کرتے تھے کہ بھئی کس طرح اس کو کنٹرول کریں؟ لیکن ایک اتفاق و اتحاد سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس ہشترگ دی کا مقابلہ کر سکیں۔ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی چاہیے، انکی اس طرح ہم degrade کریں کہ وہ آئندہ سر نہیں اٹھائیں۔ یہاں sectarial-war ہوتی ہے میں اپنے بھائی سے کہہ دوں کدھر سے ہوتی ہے؟ سنی کہاں سے آتا ہے شیعہ کہاں سے آتا ہے اور کون ان کو سپورٹ کرتا ہے؟ سب کو پتہ

ہے۔ اور ایک ہمارے ملک کو میدان جنگ بنالیتا ہے۔ وہ سنی بھی مرتبے ہیں شیعہ بھی مرتبے ہیں ہزارہ بھی اس کے ٹارگٹ میں آ جاتا ہے۔ وہ شیعہ ہے اور وہ سنی ہمارے جو ہیں بڑے بڑے عالم اس کے ٹارگٹ میں آئے ہوئے ہیں میں اگر نام بتا دوں تو ہمارے طوفی روڈ پر ہمارے اُس پر۔ ابھی یہ سارا ایک ملک اُدھر سے بیٹھا ہوا ہے ایک ملک اُدھر سے بیٹھا ہوا ہے انکو جو فنڈنگ مل رہی ہے وہ اُدھر سے ان کو فنڈنگ دے رہا ہے اور پھر ہمارا ملک جو ہے وہ میدان جنگ بن جاتا ہے۔ پھر قومیت کے نام پر پھر مختلف طبقوں کے نام پر یہ ڈیشٹریوڈی ہوتی ہے۔ پھر کس کسوہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھوایک strategic حیثیت یہ بلوچستان رکھتا ہے۔ ایک ایسا ہم صوبہ ہے کہ اس پر سب کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی ساری نظریں اس صوبے پر ہیں۔ ہم نے مل کے اگر اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہیں، اگر یہاں ہماری ٹریزیری پیپر ہو ہے، ہم نے سب نے مل کے ہمیں بھی خطرہ ہے ہماری میڈم کا جوان کی بھی husband ہے، وہ بھی اس ڈیشٹریوڈی کا شکار ہوا ہے، جو ادھار صاحب۔ ابھی ہم نے ہمدردیاں بھی کرنی ہے ہم مل کے ان چیزوں کو روکنا بھی ہے۔ تو اس چیزوں کا ہم کیسے روکیں گے؟ یہی تو میں کہتا ہوں میں اپوزیشن میں ہوں پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں آئین سب مل کے ایک سوچ کے مطابق اب ایسا سوچ دیدیں کہ بھی اس کو کٹرل کریں۔ چاہے حکومت کی ناکامی ہو یا کامیابی ہو۔ لیکن آپ تجاویز تو دے دیں کہ اس تجویز کے ساتھ ہم نے کیا کرنا ہے؟ بریفنگ آپ کو دی جا رہی ہے اس بریفنگ میں ہم کیا تجاویز مرتب کریں گے؟ ہم کیا گورنمنٹ کو دے سکتے ہیں کہ جی ہم اس خطے کو کم از کم اپنے کوئی کوپاک کر لیں ڈیشٹریوڈی سے۔ بالکل ہمیں سامنا ہے ڈیشٹریوڈی کا۔ روز ہو رہی ہے۔ کل کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ پرسوں کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ ابھی ایک بم باچا خان چوک پر رکھا گیا کسی کو پتہ نہیں ہے۔ بیگناہ لوگ اس میں مارے جاتے ہیں ہماری ایک پولیس کا فیسر اس میں شہید ہوا ہے۔ لیکن کیا پتہ ہے اتنا بام لے آتا ہے ادھرموزر سائیکل میں یا سائیکل میں یا کہ ایک خودکش آتا ہے وہ اپنے آپ کو اڑالیتا ہے۔ یہ ایک اتنا یچھیدہ قصہ ہے کہ ابھی آپ افغانستان دیکھ لو ہمارا ہم سایہ ملک ہے اس کو بھی ڈیشٹریوڈی کا سامنا ہے۔ اُدھر بھی ہے۔ آپ مختلف جگہوں پر دیکھیں ہمارے جتنے بھی اسلامی ممالک ہیں، اب فلسطین سے لے کے عراق تک، یمن سے شام تک، سب اس جنگ کے لپیٹے میں ہیں لیکن ہم آپس میں ایک دوسرے یہ سنی ہے یہ شیعہ ہے یہ اہل الحدیث ہے فلاں ہے اور باقی تو دنیا میں آپ امریکہ دیکھو آپ یورپ دیکھو۔ وہ سب امن کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنا ایک طریقہ کار سے۔ لیکن یہ ہے کہ ہمارا علم نہیں ہے ایجوسیشن نہیں ہے خاص کر بلوچستان میں یہ ہماری کمزوریاں ہیں۔ اس کو اگر ہم آگے بڑھاہیں ہم سب مل کے تو میں کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کو چھوڑو ہم خود اس ڈیشٹریوڈی کو کٹرول کر سکتے ہیں۔ میں تو اتنا آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ یہ حکومت کو چاہیے کہ جس طرح نیشنل ایکشن پلان پر ہمیں بھی اعتراض تھا کہ اس پر

عملدر آمنیں ہو رہا۔ اس پر عملدر آمد ہو۔ اور ہماری حکومت انشاء اللہ ہمارے جام صاحب نے مختلف موقع پر جب یہ دشمنگردی ہوئی اس نے اپنے میٹنگز کرائے ہیں اپنے لاءِ اینڈ آرڈر کو، اُن کو activate کیا اور ان کو ہدایت جاری کی کہ کسی کو نہیں چھوڑنا ہے۔ اور ہوئی بھی ہے۔ وہ اگر آپ کہہ دیں کہ تو ہوم منستر آئیں گے آپ ان سے پوچھ لیں آپ کو صحیح اعداد و شمار بھی وہ دیں گے کہ ترقی اُرف قاریاں ہوئی ہیں کتنے لوگ پکڑے گئے ہیں۔ اور کیا کیا سزا میں دی گئی ہیں۔ یہ اگر process میں ہیں وہ بھی آپ کو بتا دیں گے۔ اگر آپ in-camera briefing چاہتے ہیں، وہ بھی آپ کے لئے arrange کر لیں میں تو نہیں کر سکتا ہوں میں ریکوئیٹ کروں گا جام صاحب سے ہوم منستر صاحب آپ کا یہ پیغام پہنچاؤں گا اور باقی جو ہے آپ کے پریس کے ذریعے بھی یہ سب کو پتہ چل جائیگا۔ لیکن، ہمتر ہوتا کہ یہ جب اس وقت ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اس امن و امان برقرار رکھنے میں۔ اور انشاء اللہ گورنمنٹ رہے گی اور گورنمنٹ کی یہ کوشش ہو گی کہ جتنی دشمنگردی ہے، اس کی جو ہے اس کے خلاف ہم آواز اٹھائیں گے اور ان کو سزا میں بھی دیں گے۔ تو آپ اس تحریک التوا کو اگر اسی طرح نمٹا میں گے اور اس پر جو آپ ہوم منستر اور وزیر اعلیٰ صاحب آئیں گے بھی ہم مسئلے پر بات کریں گے، شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جناب زمرک خان اچکزئی صاحب! اس تحریک کو قاعدہ (2)-75 کے تحت جو اجازت دی گئی ہے، کوئی بھی تحریک آجائے، اجازت ملنے کے بعد تین دن کے اندر جلد سے جلد آپ اس پر بحث کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تو آپ لوگوں نے تفصیلی بحث کی۔ جی جی بات کریں۔

میر سلیم احمد کھوسہ (صوبائی وزیر): جناب ڈپٹی اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جی بات کریں سلیم صاحب۔

میر سلیم احمد کھوسہ (صوبائی وزیر): بہت شکریہ۔ زیرے صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی۔ وہ دہائیوں سے بلوچستان ایک دشمنگردی میں گزارا ہے جو کہ ہم سب کو معلوم ہے۔ اور یہاں ہر طبقہ اسکا نشانہ رہا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ پشتوں بلوچ پاہزادہ رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ even کہ ہمارے اقلیت بھی اسکے نشانے پر رہے ہیں۔ اور ہمارے سیلروں کو بھی نہیں بخشا گیا ہے۔ زیرے بھائی بڑے چیزوں کو گھرائی سے دیکھتے ہیں، بڑا تحقیق کرتے ہیں۔ لیکن میں ایک ضرور گزارش کروں گا کہ بات کہاں کی تھی، زیرے صاحب کہاں پنجاب، فرنئیم، KP، اُسکے بعد کشمیر، اندیانہ جانے کہاں سے ہوتے ہوئے واپس بلوچستان میں آئے۔ یہ پچھلے ادوار میں جو، جب سے ہماری حکومت آئی ہے، دشمنگردی کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں، اگر دیکھا جائے تو زیادہ تر سیکورٹی فورسز کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ جسمیں ہماری ایفسی کے لوگ شامل ہیں۔ جس میں پولیس کے لوگ شامل ہیں۔ جس میں یویز کے

لوگ شامل ہیں۔ زیادہ تر انہی کو ہی ٹارگٹ کیا گیا۔ انہی کی وہ مر ہون منت ہے، انہی کی وہ کاؤنٹیں ہیں کہ ان دہشتگردوں کو زیادہ بہاں نقصان کرنے سے ہمیشہ انہی نے روکا۔ اور اپنے اوپر لیا۔ وہ بھی کسی کے بیٹھے ہیں، کسی کے بھائی ہیں، کسی کے شوہر ہیں۔ لیکن آج تک اپوزیشن نے انہیں کبھی بھی appreciate نہیں کیا۔ آج تک نہیں کیا ”کفورسز نے ہمارے لیئے، اس صوبے کیلئے اتنی بڑی قربانیاں دی ہیں“، ہمیشہ انہیں کو ہی ٹارگٹ کیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ہمارے اپوزیشن کے دوست دہشتگردوں کے ساتھ ہیں یا ہمارے صوبے کے اس ملک کے فورسز کے ساتھ ہیں۔ یہ مجھے آج تک سمجھ۔۔۔ (مداخلت۔ شور) نمبر بڑھانے کی نہیں ہے۔ آپ لوگوں کی زبان سے جو الفاظ نکلے ہیں میں وہی بات کر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے زیرے صاحب نے یہ فرمایا ”کہ انڈیا، جو کشمیر میں ظلم و زیادتی کر رہی ہے، وہی فورسز بلوچستان میں اور پاکستان میں، دوسری جگہوں پر اسی قسم کی زیادتی کر رہی ہے“۔ تو یہ الفاظ آپ اپنے دیکھیں۔ اپنے ہی لوگوں کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں تو ان کو تھوڑا سا، میں گزارش کروں گا اپوزیشن سے، میری گزارش ہے کہ میں سمجھتا ہوں، ہزارہ کمیونٹی کے ساتھ ایک بہت بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ ایک بہت عرصے سے زیادتی ہوتی چلی آ رہی ہے۔ آپ کے اپنے الفاظ ہیں، آپ کے اپنے دوستوں کے الفاظ ہیں۔ میں نے یہ الفاظ آپ لوگوں کے زبان میں نہیں ڈالے ہیں۔ آپ لوگ ہی یہاں پر فورسز کے خلاف بار بار باتیں کرتے ہیں جو غیر مناسب ہے، اس طرح، میں نے یہی عرض کیا کہ انکی لکنی قربانیاں ہیں۔ انہیں کی قربانیوں کی توجہ سے ہم بہت بڑے، بڑے بڑے دہشتگردی سے آج تک بچے ہوئے ہیں۔ دو تھائیوں سے جو بلوچستان میں دہشتگردی رہی ہے اگر وہ دیکھا جائے تو آج وہ صورتحال نہیں ہے۔ لیکن میں یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ جو مسلسل تھوڑی بہت دہشتگردی کی ایک لہر آئی ہے، یہ بھی ایک alarming situation ضرور ہے۔ اس کو بھی ہمیں دیکھنا چاہیے۔ جس طرح زمرک خان نے کہا ”کہ اس طرف سے ہمیں تجاویز بھی آنی چاہیئے۔“۔ صرف الزام پر الزام نہیں۔ صرف فورسز پر، سرکار پر صرف الزام دیا جاتا ہے لیکن کسی قسم کا بھی، کوئی بھی آج تک وہاں سے کوئی تجاویز نہیں آیا کہ یہ کیا جائے تو اسکو اس طرح ہم قابو کر سکتے ہیں۔ بہر حال میری یہی گزارش ہے کہ گورنمنٹ آف بلوچستان، اس وقت نہ جام صاحب موجود ہیں نہ ہمارے ہوم منسٹر صاحب موجود ہیں لیکن اس وقت بھی وہ ضرور ان چیزوں کو بڑے ہی deeply دیکھ رہے ہیں۔ ہماری جتنی فورسز ہے، بہت ہی deeply دیکھ رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس دہشت کا جو ایک لہر آب چل پڑی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر بھی قابو پایا جائے گا۔ اور میں، جس طرح زیرے صاحب نے کہا کہ، وہ ایک سردار صاحب کا ذکر کیا اُنہوں نے کہا کہ اُنکی FIR نہیں کاٹی گی“۔ اس کے حوالے سے میں اس وقت کچھ کہ نہیں سکتا ہوں اگر ہوم منسٹر ہوتے تو وہ بہتر طریقے سے بتا سکتے ایوان کو۔ لیکن

اُس کے باوجود میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں اور اس ایوان کو یہ ضرور گزارش کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ یہ جوئی لہر جو دشمنگردی کی ہوئی ہے، اسکو تھوڑا سا ہمیں دیکھنا پڑے گا۔ جس طرح ہندوستان آب کشمیر کی طرف جا رہا ہے۔ جو وہاں ایک برابریت انہوں نے قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو اسکو سوچنا پڑے گا، اس کو بڑی deeply دیکھنا پڑے گا، بلوچستان کی بھی ایک بہت بڑی اہمیت ہے اس خطے میں۔ تو ظاہری بات ہے ہمارے دشمن ہر لحاظ سے کوشش کریں گے کہ اس صوبے کو destabilize کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ہماری فورسز نے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھاؤ ہے، وہ اپنی جو کاوشیں کر رہے ہیں تو اس دشمنگردی کو بھی بہت جلد کثروں کیا جائے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب! میرے خیال سے اس پر سارا بحث و مباحثہ complete ہو گیا چار گھنٹے سے زائد، پانچ گھنٹے اس پر ہو گئے۔

ملک نصیر احمد شاہوی: جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں یہ اس فورم پر، انسانیت کا کہ جہاں سے بھی مرتے ہیں ہم بھی انسان ہیں ہمیں بھی افسوس ہوتا ہے۔ چاہے وہ فورسز کی ہوں۔ اسی ایوان کے اندر میرے خیال میں ہم سب نے اگر کہیں پرفورسز پر حملہ ہوا ہے وہ شہید ہوئے ہیں یہاں ہم نے فاتح خوانی کیا ہے۔ میرے خیال میں یہاں کسی نے کوئی اختلافی رائے نہیں رکھا ہے۔ جس طرح میرے دوست نے کہا کہ جہاں فورسز کی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اور مارٹر کا واقعہ ہوا۔ ہماری پارٹی کے قائد سردار اختر مینگل نے قومی اسمبلی کے فلور پر اٹھ کر انہوں نے اس بات کو condemn کیا ہے۔ اور ہم نے اسی فلور پر اس کی مذمت کی۔ وہ کونسا موقع ہے جہاں میرے دوست کہیں کہ اس قسم کا واقعہ ہوا ہے اور اپوزیشن نے اس کی مخالفت کی ہے؟ میرے خیال میں یہ اسمبلی، ہر ایک بات یہاں ریکارڈ ہوتا ہے۔ یہاں نمبر برٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں آپ نے جو باتیں کی ہیں ایک منٹ، ایک منٹ۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس بروز ہفتہ مورخہ 10 اگست 2019ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 10:00 بجے اختتام پذیر ہوا)

